



جامعہ دارالتقویٰ  
لاہور کاترجمان

# دارالتقویٰ

دسمبر / ربیع الثانی  
۲۰۲۰ / ۱۴۴۲ھ

نوجوان قوم کا اثاثہ ہیں ❁

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا ❁

پسندیدہ عورت ❁

بچے اور ہماری ذمہ داریاں ❁

چالیس روزہ دینی و اخلاقی

# تربیتی کورس

چھپ کر  
آچکی ہے

فقہی مسائل

عقائد

آداب معاشرت

اخلاقیات

برائے رابطہ: 0304-4167581



ہمارا مشن عالم کی روشنی کو بر گھرتک پہنچانا

## جامعہ دارالتقویٰ کی مطبوعات

قیمت

کتب

120

دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار

10

دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار (پاکٹ سائز)

40

مسنون حج و عمرہ

40

مسنون عمرہ

20

صبح و شام کے مسنون اذکار

30

چہل حدیث

\_\_\_\_\_

رہنمائے رمضان

\_\_\_\_\_

اعتکاف (فضائل و مسائل)

\_\_\_\_\_

قربانی (فضائل و مسائل)

20

موبائل فون کے بارے میں چند مسائل

20

رکوع سجدہ سے معذور شخص کیلئے نماز پڑھنے کا طریقہ

500

اشاعت خاص حاجی عبدالواہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

\_\_\_\_\_

اشاعت خاص حضرت مولانا جمشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

\_\_\_\_\_

اشاعت خاص حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

\_\_\_\_\_

تعلیم و تربیت

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقویٰ لاہور 0304-4167581

## ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعا حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 10 ربیع الثانی 1442ھ -- دسمبر 2020ء شماره 4

حضرت مولانا عثمان صاحب  
حضرت مولانا عمر رشید صاحب  
حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

### مجلس مشاورت

مفتی محمد اسامہ  
مولانا ذوالکفل

### مجلس ادارت

### زیر سرپرستی

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

### مدیر

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

### مدیر مسئول

مولانا عبدالودود ربانی

### Email Address

Monthlydarulataqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۴۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۴۸۰ روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

### خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ متصل جامع مسجد الہلال چو برجی پارک لاہور

فون نمبر: 03005553616 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر مئی آرڈر کریں

### بینک اکاؤنٹ نمبر

1001820660001

نیشنل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ  
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کرشل بینک)

### مقام اشاعت

متصل جامع مسجد الہلال

چو برجی پارک لاہور

# ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

دسمبر 2020ء

## فہرست

### حرف اولین

نوجوان قوم کا اثاثہ ہیں ————— مولانا عبدالودود ربانی ————— 5

### درس قرآن

اللہ کا ذکر کثرت سے کریں ————— مولانا عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ ————— 10

### مقالات و مضامین

تصور اپنا نکل آیا ————— عطا الحق قاسمی ————— 15

### نقد و نظر

28 دسمبر ————— عربی ڈے ————— الشیخ ولی خان مظفر ————— 19

### مقالات و مضامین

پسندیدہ عورت ————— مفتی شعیب احمد ————— 25

دنیا و آخرت کی کامیابی ————— ڈاکٹر مفتی محمد نجیب قاسمی سنجلی ————— 34

### حالات حاضرہ

کرونا وائرس کی تباہ کاریاں اور ہماری بے بسی ————— سفیان علی فاروقی ————— 40

### تعلیم و تعلم

بچے اور ہماری ذمہ داریاں ————— مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ————— 44

### سوانح

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ ————— مولانا ذوالکفل ————— 50

### سفر نامہ

جہان دیدہ ————— مفتی تقی عثمانی صاحب ————— 55

### تبصرہ کتب

تصانیف حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ————— مفتی شعیب احمد ————— 59

### دارالافتاء و تحقیق

آپ کے مسائل کا حل ————— 63

## حرف اولین

### نوجوان قوم کا اثاثہ ہیں

نوجوان بلاشبہ امت مسلمہ کا قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں، ان کی اہمیت جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتی ہے۔ اگر نوجوان اپنی صلاحیتوں کو خیر و بھلائی کے کاموں اور تعمیر و ترقی کے امور میں صرف کریں تو پھر یہ طبقہ ایک نعمت اور خیر و برکت بن جاتا ہے اور اگر اسے شر و فساد اپنے رنگ میں رنگ لے لے تو وہی طبقہ خطرناک اور انتہائی نقصان دہ بن کر سامنے آتا ہے، اگر ان کی تربیت صحیح اسلامی خطوط پر ہوگی تو ہمارا مستقبل محفوظ ہاتھوں میں ہوگا اور صف اقوم میں ہم عزت اور وقار کی فضا میں سانس لے سکیں گے۔ اس کے برعکس اگر کسی قوم کے نوجوانوں میں منفی سرگرمیاں عام ہونے لگیں تو قوم زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ شباب اور جوانی میں اخلاق و کردار کا منزل انتہائی خطرناک اور خوفناک ہوتا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ فتنہ و فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام نے نوجوانوں کو خاص مقام عطا کیا ہے اور ان کو مستقبل کا معمار اور انسانی قیادت کا سپہ سالار قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور کے سبھی نوجوانوں کو اہمیت دی اور مرکز توجہ بنایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمام مخلوق میں اللہ کے ہاں سب سے محبوب وہ نوجوان ہے جو سیرت کے اعتبار سے بھی خوبصورت ہو، اپنی جوانی اور خوب صورتی کو اللہ کی عبادت میں خرچ کرے، ایسے نوجوان پر اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور انہیں فرماتے ہیں کہ یہ میرا سچا بندہ ہے“۔ (الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین)

امام حاکمؒ نے اپنی کتاب ”مستدرک حاکم“ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے جو کہ صحیح کا درجہ رکھتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”5 چیزوں کو 5 چیزوں سے پہلے پہلے غنیمت جانو۔“ اور ان 5 چیزوں کے ضمن میں فرمایا:

”بڑھاپے سے پہلے جوانی کو غنیمت جانو!“ کیونکہ جوانی کے ایام وہ ایام وہ ہوتے ہیں جن میں انسان پورے طور پر صحت و عافیت اور ہر طرح کی حرکت و نشاط سے مالا مال ہوتا ہے لہذا اسے دین اسلام کی بھرپور خدمت اور اچھے کاموں کی انجام دہی میں صرف کرنا چاہئے۔ جوانی کے ماہ و سال اگر حصول علم اور زندگی کے مختلف میدانوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر صرف ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔

جوانی کو ضائع کرنے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید بھی فرمائی اور فرمایا: ”قیامت کے دن کسی بندے کے زمین کے اوپر سے اس وقت تک قدم اٹھ نہ سکیں گے جب تک کہ وہ 4 سوالوں کے جواب نہ دیدے، ان 4 سوالوں میں ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تم نے اپنی جوانی کیسے گزاری۔“ اس میں کوئی شک نہیں کہ نوجوانوں نے تاریخ اسلام میں اسلامی زندگی کی بہترین نمائندگی کی اور اخلاقی بلندی و عظمت اسلام کا پیغام مستقبل میں آنے والی نسلوں اور قوموں تک پہنچا دیا۔

خوش قسمتی سے پاکستان کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے، جہاں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے، جن سے فائدہ اٹھانا بے حد ضروری ہے، کیونکہ یہی نوجوان روشن مستقبل کی امید ہیں۔ دُنیا میں جو بڑے بڑے انقلاب آئے ہیں ان میں نوجوانوں کا کردار کلیدی رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے احوال بتاتے ہیں کہ نوجوانوں ہی نے سب سے پہلے ان کا ساتھ دیا۔ اگر طالب علموں اور نوجوانوں کا یہ طبقہ صحیح فکر اور صحیح سیرت کا حامل ہو جائے تو پوری قوم کو درست راہ پر لے چلتا ہے اور اگر یہ طبقہ فکری اور عملی بے راہ روی کا شکار ہو جائے تو پوری قوم تنزلی کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔ اسی لئے نوجوانوں کو قوم کا معمار کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں بعض ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو بڑی عمر کے لوگوں میں کم ہی پائی جاتی ہے، اچھے خیالات کو قبول کرنے کی صلاحیت ان میں زیادہ ہوتی ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کو بسا اوقات

مصلحتیں اور عصبیتیں کسی فکر کو قبول کرنے سے روک دیتی ہیں، نوجوانوں کے مضبوط عزائم ان زنجیروں کو کاٹ سکتے ہیں جو بڑوں کی راہ کی رکاوٹ ہوتی ہیں، انہی خصوصیات کی بناء پر نوجوان ہر تحریک کا سرمایہ رہے ہیں، ان کو ہر تحریک اپنے ساتھ لینے اور ان سے طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے، جب کسی تحریک میں جوانوں کی آمد رک جاتی ہے تو وہ تحریک ختم ہو جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا نوجوان چاروں اطراف سے ایسے مسائل میں گھرا ہوا ہے، جو اس کی شخصیت اور کردار پر یلغار کیے ہوئے ہیں، جس نے اسے مقصدیت اور منزل سے دور کرتے ہوئے بیروزگاری کی گرہ سے باندھ دیا ہے، جس کے باعث نوجوان نسل بے راہ روی منشیات اور جرائم کی دنیا کی جانب راغب ہوتی جا رہی ہے یا اپنے مستقبل سے مایوس ہو کر سیاسی جماعتوں اور دہشت گرد تنظیموں کی آلہ کار بن رہی ہے اور سیاسی گرم جوشیوں میں اپنی صلاحیتیں جھونک رہے ہیں (سیاسی جماعت کارکن بننا کوئی غلط نہیں ہے البتہ سیاسی جماعت کے ہاتھوں غلط طور پر استعمال ہونا اور ان کے لئے ہر ناجائز کام کرنا قابل گرفت جرم ہے۔) جس کی بنیادی وجہ ہمارے نوجوانوں کی اپنے مقصد سے عدم واقفیت ہے، نوجوانوں کی تربیت میں جو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے، وہ انہیں با مقصد بنانا ہوتا ہے جس کا نہ اس معاشرے کو ادراک ہے اور نہ ہی کسی حکمران کی ترجیحات میں یہ شامل رہا ہے۔ جب مقصد سے عدم واقفیت ہو تو منزل کا تصور محال ہوتا ہے۔ اس صورتحال میں معاشرے اور حکمرانوں کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ نوجوانوں میں شعوری بیداری پیدا کی جائے، تاکہ مقصدیت کے ساتھ نشان منزل کی جانب ملک و ملت کے بہتر مستقبل کے سفر پر گامزن ہو سکیں۔

نوجوانوں کو بھی چاہیے کہ اپنی قدر پہچانیں، ایک باخبر اور ذی شعور انسان بنیں، اپنی تاریخ (اسلامی اور دنیوی) سے بھی باخبر رہیں اور مستقبل میں کیا ہوتا نظر آ رہا ہے اس سے بھی باخبر رہیں۔ آپ کو ہی آگے جا کر اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے، اس لئے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ماضی کی غلطیاں کیا تھیں، جنہیں اب دہرانا نہیں ہے اور بہترین مستقبل کیلئے زمانہ کے موجودہ وسائل اور ایجادات کا کیسے صحیح استعمال کرنا ہے، کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالنا بہت ضروری ہے۔ اچھی اور علمی صحبت تلاش کیجئے۔ انٹرنیٹ

کی سہولت سے مثبت طور پر استفادہ کیجئے۔ فیس بک، واٹس ایپ، یوٹیوب وغیرہ بظاہر تو وقت ضائع کرنے کا باعث ہیں البتہ اگر کوئی چاہے تو ان وسائل سے بھرپور فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے۔ لہذا نوجوان ان مذکورہ چیزوں سے فائدہ اٹھانے والے بنیں۔ نوجوانوں کو اپنی زندگی میں نظم و ضبط اور اپنے کام میں حسن اور ترتیب بھی ضرور پیدا کرنی ہوگی۔ کتنی ہی محنت سے کوئی کام کریں لیکن اگر اس میں بے ترتیبی ہوگی تو نتیجہ وہ نہیں حاصل ہوگا جو اتنی محنت کے بعد حاصل ہونا چاہیے۔ اگر اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو محنت کرتا ہوا تو تقریباً ہر شخص نظر آتا ہے، لیکن اس محنت کا کوئی قابل ذکر نتیجہ دکھائی نہیں دیتا، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس محنت اور توانائی کا زیادہ بڑا حصہ بے ترتیبی اور ناقص منصوبہ بندی کی نظر ہو جاتا ہے اور آخر میں جو چیز سامنے آتی ہے وہ حسن اور کمال سے عاری جس کو بس بادل نخواستہ قبول کرنا پڑتا ہے۔

آپ قوم کا سرمایہ اور اثاثہ ہیں، آپ سے قوم کی امیدیں وابستہ ہیں، آپ کا کردار مصالحانہ اور ناصحانہ ہونا چاہئے، کسی جماعت خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی، ان کی منفی سرگرمیوں کا آلہ کار ہرگز نہ بنیں، اختلاف رائے ضرور رکھیں لیکن پہلے اختلاف کرنے کے آداب سیکھیں، بد قسمتی سے طعن و تشنیع، طنز، گالم گلوچ، نام بگاڑنا، برے القاب سے پکارنا، بہتان بازی، الزام تراشی اور ہرزہ سرائی ہماری سیاست کا لازمی جزو بن چکی ہے، جب ہماری قومی سطح کی قیادت عوامی اجتماعات اور میڈیا پر ناشائستہ اور نازیبا زبان استعمال کرے گی تو اس کا منفی اثر ہمارے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت پر پڑے گا جو کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ قومی قیادت کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور بولنے سے پہلے سوچنا چاہئے کہ اس کا میری قوم کے نونہالوں پر کیا اثر پڑے گا۔ ستم تو یہ ہے کہ ہماری قیادت خود نوجوانوں کو تربیت دیتی ہے کہ مخالف جماعت کو بدنام کرنے کے لئے آپ کو اخلاقی اعتبار سے جس قدر نیچے گرنا پڑے گا جائیں اور اس قدر ڈھٹائی، اعتماد اور تسلسل سے جھوٹ بولیں کہ عوام اسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے آج کل یہی ہو رہا ہے، سیاسی مخالف کو نیچا دکھانے کے لئے بد اخلاقی کی تمام حدیں پار کر لی جاتی ہیں، اٹلے ناموں اور برے القاب سے مخاطب کر کے اطمینان قلب حاصل کیا جاتا ہے، اس سے بڑے افسوس کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم سیاسی مخالف کو دشمن کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، منفی سیاست نے ہمیں اس مقام پر لا کر کھڑا کیا

ہے کہ ہماری زبان سے علماء محفوظ ہیں نہ بزرگ، خواتین محفوظ ہیں نہ بچے، اخلاق کا معیار اتنا گرچکا ہے کہ ہم دوسروں کی رائے اور مذہب تک کو اہمیت نہیں دیتے، مخالف کی رائے کو سننے تک کے لئے تیار نہیں ہیں اور ہمارے نوجوان سوشل میڈیا پر یہ ”خدمات“ مفت انجام دے رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانوں کو مقصدیت کی طرف لایا جائے ان کے اندر ذمہ داری کا شعور اجاگر کیا جائے انہیں مفید شہری بنانے کے لئے جامع منصوبہ بندی کی جائے، انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لئے ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ حکومت کو چاہیے کہ نوجوان نسل کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے جامع اور فعال منصوبہ بندی کرے اور روزگار کے وافر مواقع فراہم کرے تاکہ ان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو کر معاشرے کے لئے مہلک ثابت نہ ہوں۔ میڈیا سمیت معاشرے کے تمام طبقات اس میں اپنا فعال کردار ادا کریں۔ پاکستان کا مستقبل اسی صورت محفوظ ہو سکتا ہے جب ہمارے نوجوان اپنی زندگی کے مقصد سے آگاہ ہوں گے اور ملک کے مفید شہری بن کر ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

والسلام

عبدالودود ربانی

مسؤل ماہنامہ دارالتقویٰ

## اللہ کا ذکر کثرت سے کریں

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 41

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا

ترجمہ:

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔

تفسیر:

ایمان والوں کو ذکر اللہ کی کثرت کرنے کا حکم اور اس بات کی بشارت کہ اللہ اور اس کے فرشتے

مؤمنین پر رحمت بھیجتے ہیں

یہ چار آیات کا ترجمہ ہے پہلی اور دوسری آیت میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوب زیادہ ذکر کریں اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کریں۔ مفسرین نے فرمایا کہ صبح و شام تسبیح بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صبح سے دن کی اور شام سے رات کی ابتداء ہوتی ہے اس لیے خصوصیت کے لیے لیل و نہار کے ابتدائی اوقات میں ذکر کرنے کا خصوصی حکم دیا تا کہ لیل و نہار کے باقی اوقات میں بھی ذکر کے لیے ذہن حاضر رہے اور قلب و لسان ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔

ذکر اللہ کے فضائل:

درحقیقت ذکر اللہ بہت بڑی عبادت ہے اور ہر وقت اس میں مشغول رہنے کی ضرورت ہے سورۃ

نساء میں فرمایا: (فَإِذَا قَضَيْتُمْ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا) سوجب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر یعنی لیٹے ہوئے، انسان کی یہی تین حالتیں ہیں اور ان تینوں حالتوں میں اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ درحقیقت ذکر ہی اس عالم کی جان ہے اور اس کے بقاء کا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم جلد نمبر ۱: ص ۲۴ میں ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کیا جاتا رہے گا۔ دوسری عبادتوں کی روح بھی اللہ کا ذکر ہی ہے، سورۃ طہ میں فرمایا ہے: (وَاقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي) نماز کو میری یاد کے لیے قائم کرو۔ ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اور چین و سکون ملتا ہے جیسا کہ سورۃ رعد میں فرمایا (أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) خبر دار اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ كَمَثَلِ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ) مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی مثال ہے۔ (رواہ البخاری) معلوم ہوا کہ کھاتے پیتے رہنا اور دنیاوی مشاغل میں زندگی گزار لینا یہ کوئی زندگی نہیں ہے، زندہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہتے ہیں جہاں تک ممکن ہو لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہوئے اللہ کو یاد کرتے رہیں اور زبان کو ذکر اللہ میں لگائے رہیں۔

ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جنت والوں کو کسی بھی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس ایک گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کی یاد کے بغیر گزر گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ چند لوگ کسی جگہ بیٹھے انہوں نے اپنی مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس ان کے لیے نقصان کا سبب ہوگی، پھر اگر اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو ان کی مغفرت فرمادے، اور اگر کوئی شخص کسی جگہ لیٹا اور اس نے لیٹنے میں اللہ کو یاد نہ کیا تو یہ لیٹنا اس کے لیے نقصان کا سبب ہوگا اور جو شخص کسی جگہ چلا اور اس چلنے میں اس نے اللہ کو یاد نہ کیا تو اللہ کی طرف سے اس کا یہ چلنا نقصان کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ بیٹھے جس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہ

کیا اور اپنے نبی پر رود نہ بھیجا تو قیامت کے دن ان کا یہ بیٹھنا حسرت اور افسوس کا باعث ہوگا اگرچہ ثواب کے لیے جنت میں داخل ہو جائیں۔ (الترغیب والترہیب جلد ۲ ص: ۴۱۰، ۴۰۹)

ہوشیار بندے وہی ہیں جو اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی ضائع نہیں جانے دیتے، دنیا میں جینے کے لیے جو تھوڑے بہت مشغول کی ضرورت ہے، اس میں تھوڑا بہت وقت لگایا اور اس میں بھی اللہ کا ذکر کرتے رہے اس کے بعد سارے وقت کو اللہ ہی کی یاد میں تلاوت میں تسبیح میں تہلیل میں، تمہید میں، تکبیر میں، درود شریف میں لگاتے رہتے ہیں لایعنی باتوں میں مشغول ہو کر اپنا وقت ضائع نہیں کرتے اور اپنے دل کا ناس نہیں کھوتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنا قساوت قلب یعنی دل کی سختی کا سبب ہے اور بلاشبہ لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (رواہ الترمذی) ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا ہر بول اس کے لیے وبال ہے سوائے اس بات کے کہ بھلائی کا حکم دے یا کسی برائی سے روکے یا اللہ کا ذکر کرے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی یعنی دیہات کا رہنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال اچھے ہوں، اس نے عرض کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تو دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ تیری زبان اللہ کی یاد میں تر ہو۔ (رواہ الترمذی)

سورہ طہ میں فرمایا (اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي) (نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے) نماز سے پہلے اذان بھی ذکر ہے اور اقامت بھی، اذان کا جواب بھی، وضو کی دعا بھی، فرضوں سے پہلے سنتیں بھی، پھر تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نمازی برابر ذکر میں مشغول رہتا ہے، کبھی اللہ کی حمد و ثناء میں مشغول رہتا ہے، کبھی تکبیر کہتا ہے کبھی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، کبھی اللہ کی حمد بیان کرتا ہے، کبھی تنزیہی کلمات ادا کرتا

ہے اور اپنے رب کو ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک بتاتا ہے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے اور کبھی دعا مانگتا ہے نمازی کی زبان بھی اللہ کی یاد میں لگی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل بھی اللہ کے ذکر میں مشغول ہے، قلب حاضر ہے، اعضاء متواضع ہیں۔ کبھی قیام میں قرأت پڑھ رہا ہے، کبھی رکوع میں تسبیح ہے، کبھی قومہ میں تمجید ہے، کبھی سجدہ میں گیا، جبین نیاز زمین پر رکھ دی اور رب تعالیٰ شانہ کی تسبیح میں مشغول ہو گیا، بندہ کے پاس اپنا عجز و نیاز اور تذلل اور عبودیت کا عملی اقرار ظاہر کرنے کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اشرف الاعضاء یعنی اپنے سر کو ارذل العنصر یعنی مٹی پر رکھ دیا اور اپنے رب کریم کے حضور اپنی ذات کو بالکل ذلیل کر کے پیش کر دیا۔ پھر نماز کے بعد سنن و نوافل بھی ذکر ہیں اور نماز کے بعد تسبیحات بھی، درحقیقت پانچوں نمازیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف کھینچتی ہیں، مومن کی زندگی سراپا ذکر ہے۔

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر بازار میں جانے کی اجازت دی اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم فرمایا، سورۃ جمعہ میں ارشاد فرمایا: (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (پھر جب نماز پوری کر چکو تو زمین پر چلو پھرو، اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

اللہ تعالیٰ ذکرین کو یاد فرماتا ہے:

سورہ بقرہ میں فرمایا (فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ) (سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) دیکھو کتنی بڑی سعادت ہے کہ فرش خاکی کا رہنے والا جس کے اندر خون وغیرہ بھرا ہوا ہے اسے صاحب عرش اپنے دربار میں یاد فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ ملتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں کہ وہ جب چاہے مجھے یاد کرے سو اگر وہ مجھے تنہائی

میں یاد کرتا ہے تو میں اسے تنہا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ جس میں اس نے مجھے یاد کیا۔ (رواہ البخاری)

حافظ ابن کثیر (رض) نے حضرت ابن عباس سے کیسی عمدہ بات نقل فرمائی ہے، انہوں نے فرمایا:

(ان الله تعالى لم يفرض على عباده فريضة الا جعل لها حدا معلوما ثم وعذر اهلها في حال العذر غير الذكر فان الله تعالى لم يجعل له حدا ينتهي اليه ولم يعذر احد افي تركه الا مغلوبا على تركه فقال (فَاذْكُرُوا لِلّٰهِ قِيَمًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلَىٰ جُنُوبِكُمْ) بالليل والنهار في البر والبحر وفي السفر والحضر، والغنى والفقر، والسقم والصحة، والسرو والعلائية وعلى كل حال) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو عبادات فرض فرمائی ہیں ان کی حد مقرر ہے اور اصحاب عذر کو (معافی یا تخفیف کی صورت میں) معذور قرار دیا ہے مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے کہ اس کی نہ کوئی حد اور تعداد متعین ہے اور نہ کوئی خاص وقت اور زمانہ مقرر ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص ہیئت قیام یا نشست کی مقرر فرمائی ہے نہ اس کے لیے طاہر اور باوضو ہونا شرط ہے، ہر وقت اور ہر حال میں بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم ہے، سفر ہو یا حضر، تندرستی ہو یا بیماری، خشکی میں ہو یا دریا میں، رات ہو یا دن ہر حال میں ذکر اللہ کرتے رہیں۔

قال الطيبي، المراد ملامن الملكة المقربين ارواح المرسلين فلا دلالة على كون الملكة افضل والا حسن ان يقال الخيرية من جهت النزاهة والتقدس والعلو وهي لا تنافي افضلية البشر من جهة كثرة الثواب۔ (کذانی حاشیة المشکوٰۃ عن المعارف) علامہ طیبی فرماتے ہیں اس سے مراد مقرب فرشتوں اور بھیجی ہوئی روحوں کی جماعت ہے۔ یہ بات فرشتوں کے افضل و احسن ہونے کی دلیل نہیں ہے کہ کہا جائے فرشتے اپنی بے خواہشی اور معصومیت و بلندی کی وجہ سے افضل و بہتر ہیں کیونکہ انسان کے کثرت ثواب کی وجہ سے یہ چیزیں بشریت کو کم قیمت کرنے والی نہیں ہیں۔

## ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

جناب عطاء الحق قاسمی صاحب

ہمارے ذہنوں میں مولوی کا تصور وہی ہے جو آدھی رات کو مسجد کے پیچھے چنگھاڑتے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے یا سیاسی مولویوں کی دو عملی ہمارے ذہنوں میں مولوی کا امیج مسخ کرنے کا باعث بنی ہے لیکن میں ”مولویوں“ میں اٹھتا بیٹھتا ہوں۔ ان کے مثبت اور منفی پہلو دونوں میرے ذہن میں ہیں۔ وہ جو صحیح معنوں میں مولوی ہیں، ان کا وزن بہت وسیع ہے۔ مسٹر حضرات ان کی جہتوں سے واقف ہی نہیں ہیں۔ ان کا طرز استدلال بڑے بڑے بزرگوں کا منہ بند کرنے والا ہوتا ہے۔ ہمارے مسٹر حضرات مولوی پر جہاں اور بہت سے اعتراضات کرتے ہیں، وہاں وہ بہت عرصے سے مولوی کو مسلم امہ کے ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانے کا ذمہ دار بھی ٹھہراتے ہیں اور ہم لوگ ان کی بات پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں۔

مجھے گزشتہ روز ڈاک میں مولانا زاہد الراشدی کی شائع شدہ ایک تحریر ملی جو انہوں نے مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا کے سالانہ اجتماع کے موقع پر کی تھی۔ اس میں مولانا نے دیگر الزامات کے علاوہ اس الزام کا جواب بھی دیا ہے جو مولوی حضرات پر مسلمانوں کے ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانے کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ مجھے مولانا کی بات میں وزن محسوس ہوا ہے اور یوں صورت حال ’ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا‘ والی لگتی ہے۔ مولانا کی تقریر سے ایک طویل اقتباس درج ذیل ہے:

”سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے آج ہم دنیا میں اپنے جائز مقام سے محروم

ہیں اور ہمارے مصائب و آلام کی ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ صرف ایک مثال سے بات سمجھیے کہ اللہ تعالیٰ نے آج سے پون صدی یا ایک صدی قبل ہم مسلمانوں کو بہت بڑی دولت سے نوازا۔ خلیج میں تیل کی دولت دی۔ یہ ہمارا ادبار کا دور تھا، زوال کا دور تھا مگر اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے وقت کی سب سے بڑی دولت عطا فرمائی لیکن ہماری حالت یہ تھی کہ ہم تیل زمین سے نکالنے کی صلاحیت سے محروم تھے، چشمہ کھودنے کی تکنیک سے بے بہرہ تھے، تیل نکال کر اسے ریفائن کرنے کی صلاحیت سے ہم کورے تھے اور تیل کو ریفائن کرنے کے بعد دنیا کی مارکیٹ میں بیچنے کے لیے مارکیٹنگ کی صلاحیت بھی ہم میں موجود نہیں تھی جس کی وجہ سے ہم مغربی ماہرین کو بلانے پر مجبور ہوئے۔

مغربی ماہرین آئے، پھر مغربی کمپنیاں آئیں، ان کے بعد بینک آئے، پھر سیاست کار آئے اور ان کے ساتھ مغرب کی فوجیں بھی آگئیں جو آج تیل کے چشموں کا گھیرا ڈالے بیٹھی ہیں۔ ذرا خیال کیجیے کہ تیل ہمارا، چشمے ہمارے، کنویں ہمارے، زمین ہماری لیکن ان پر قبضہ کس کا ہے؟ اور کس وجہ سے ہے؟ یہ ہماری نااہلی تھی کہ ہم تیل نکالنے، صاف کرنے اور عالمی مارکیٹ میں اسے بیچنے کی صلاحیت سے محروم تھے جس کی وجہ سے مغرب سے ماہرین آئے اور آج ماہرین، کمپنیاں، بینک اور پھر فوجیں خلیج میں تسلط قائم کیے ہوئے ہیں۔

اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ تیل نکالنے، صاف کرنے اور مارکیٹنگ کی صلاحیت آج بھی ہم میں موجود نہیں ہے اور مغرب کے ارادے یہ ہیں کہ ابھی امریکی وزارت دفاع پینٹاگون میں یہ دھمکی دی گئی ہے کہ اگر سعودی عرب نے امریکی احکامات کی من و عن تابع داری نہ کی تو اس کے تیل کے چشموں پر قبضہ کر لیا جائے گا اور مغربی ملکوں میں اس کے اثاثے اور مغربی بینکوں میں اس کے اکاؤنٹس ضبط کر لیے جائیں گے۔ اس لیے ہمیں اس کی تکلیف زیادہ ہے اور ہم اس کا درد زیادہ محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟ اس پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کرنا چاہیے اور میں ہر اس شخص کو جس کے دل میں انصاف کی ایک رتی بھی موجود ہے اور ضمیر نام کی کوئی چیز وہ اپنے پاس رکھتا ہے، دعوت دیتا ہوں کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ اس بات کا جائزہ لے لے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں امت کی محرومی کا ذمہ دار کون ہے؟ میں

تاریخ کے حوالے سے بات کروں گا۔ جب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز حکمرانوں نے ہمارا پورا نظام تلپٹ کر دیا تھا، دینی مدارس ختم کر دیے تھے، نظام تعلیم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور ہر چیز الٹ پلٹ کر رکھ دی تھی تب دو طبقے سامنے آئے تھے اور انہوں نے ملت کو سہارا دیا تھا۔

دونوں نے الگ الگ شعبوں کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ علمائے کرام نے قرآن و سنت کی تعلیم کو باقی رکھنے کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی اور اسلامی ثقافت اور تہذیب کے تحفظ کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے عوام سے تعاون کے لیے رجوع کیا، چندے مانگے، گھر گھر دستک دے کر روٹیاں مانگیں، زکوٰۃ و صدقہ کے لیے دست سوال دراز کیا اور سرکاری تعاون سے بے نیاز ہو کر عوامی تعاون کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم کو باقی رکھنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے آثار کو بچانے کے لیے کردار ادا کیا۔ انہوں نے ایک ایک دروازے پر دستک دی، سرپرچنگیر رکھ کر گھر گھر سے روٹیاں مانگیں، ہاں ہاں میں نے خود روٹیاں مانگی ہیں، اور مجھے اس پر فخر ہے۔ میں نے اپنی طالب علمی کے دور میں گوجرانوالہ کے کئی محلوں میں سرپرچہا بھابھ رکھ کر روٹیاں مانگی ہیں۔ ہم نے اپنی عزت نفس کی پروا نہیں کی، طعنے سنے ہیں، بے عزتی برداشت کی ہے لیکن قرآن و سنت کی تعلیم کو باقی رکھا ہے جس کی گواہی آج دشمن بھی دے رہا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور طبقہ سامنے آیا جس نے قوم کو جدید علوم سے بہرہ ور کرنے کی ذمہ داری قبول کی، سائنس اور ٹیکنالوجی پڑھانے کا وعدہ کیا، انگریزی اور جدید زبانوں کی تعلیم اپنے ذمے لی۔ انہیں اس کام کے لیے ریاستی مشینری کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی اور انہوں نے قومی خزانے کے کھربوں روپے خرچ کر ڈالے۔ انہیں سرکاری وسائل میسر تھے، ریاستی پشت پناہی حاصل تھی لیکن وہ قوم کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں آج کی قوموں کے برابر نہ لاسکے اور آج اپنی ناکامی کی ذمہ داری مولوی کے سر تھوپ کر اپنی نااہلی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

میں آج کی اجتماعی دانش سے سوال کرتا ہوں کہ وہ انصاف سے کام لے اور یہ فیصلہ کرے کہ نااہل کون ثابت ہوا اور اپنی ذمہ داری کس نے پوری نہیں کی؟ آج اگر ملک کے کسی گوشے میں دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے، قرآن و سنت کی راہ نمائی لوگوں کو میسر نہیں ہے اور اسلام کی آواز نہیں لگ رہی تو ہم مجرم ہیں

لیکن سائنس اور ٹیکنالوجی میں دوسری قوموں سے پیچھے رہنے کی ذمہ داری ہم پر نہ ڈالیے۔ یہ نا انصافی ہے۔ اس کے بارے میں ان سے پوچھیے جنہوں نے اس کی ذمہ داری قبول کی تھی اور اس کے لیے سرکاری خزانے کے کھربوں روپے اب تک انہوں نے خرچ کر ڈالے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو مساجد میں نماز پڑھانے کے لیے امام میسر ہیں؟ قرآن کریم کی تعلیم کے لیے قاری مل رہے ہیں؟ رمضان میں قرآن سننے کے لیے حافظ مل جاتے ہیں؟ جمعہ پڑھانے کے لیے خطیب موجود ہیں؟ مسئلہ بتانے والے مفتی صاحبان کی کمی تو نہیں؟ دینی راہ نمائی دینے کے لیے علمائے کرام سے ملک کا کوئی گوشہ خالی تو نہیں؟ اس سے اگلی بات کہ میدان جنگ میں کفر کے خلاف صف آرا ہونے والے مجاہدین بھی ان مدارس سے آپ کو مل رہے ہیں یا نہیں؟ اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو دینی مدارس پر اعتراض کس بات کا ہے؟۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی آج ہی ایک محفل میں فرما رہے تھے کہ انہوں نے وفاقی وزیر سے کہا ہے کہ سرکاری نصاب تعلیم اور نظام کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قومی کمیشن قائم کیجیے اور ہمیں اور سرکاری تعلیم کے ذمہ داروں کو اس کے سامنے پیش کیجیے۔ ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔“

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت)



سے اپنے معاملات حل کر کے اس چمنستان رنگ و بو کو آمن و آشتی کا گہوارہ بنائے۔

عبرانی اور سریانی زبانوں کے انحطاط کے دور میں یہودیت اور عیسائیت کی بنیادی تعلیمات بطور خاص مشرقی کلیساؤں کے معتقدات عربی ہی میں رہیں، مجلس الیہودی الامریکی (american jewish committee) کی تمام تردینی قوانین و عقائد کا حامی موسیٰ بن میمون القرطبی کی تحریر کردہ عربی ہی میں ہیں، موجودہ انگریزی بائبل کے قدیم تر اور مارکیٹ میں متوافر نسخے بھی اصلاً عربی کے ہیں۔

اسلام کی تو بنیاد ہی عربی پر ہے، تمام تر اسلامی علوم و فنون، عقائد و تاریخ کی اہمات اکتب اور اصل مراجع کا تعلق عربی ہی سے ہے، عربی زبان و ادب کی اہمیت و ضرورت تو ظاہر ہے، قرآن حکیم عربی زبان میں ہے، نماز کے تمام ارکان از اول تا آخر عربی میں ہیں، عیدین و جمعہ کے خطبے عربی زبان میں ہیں، احادیث کا عظیم الشان ذخیرہ عربی میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نسبتاً و لغتاً عربی ہے، عام اسلامی دعائیں، اذکار اور درود شریف سب عربی زبان میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیارے ننانوے مبارک نام عربی میں ہیں، حجاز مقدس، مکہ، مدینہ، لبنان، شام، مصر، طرابلس، الجزائر، تیونس، مراکش، بحرین، کویت، وغیرہ چھوٹے بڑے کئی ممالک کی زبان عربی ہے، ان سے تعلقات قائم رکھنے کے لئے عربی زبان کی شدید ضرورت ہے، ان ممالک میں جو عربی لٹریچر دینی، ٹیکنیکی، اقتصادی اور سیاسی حوالوں سے ہزاروں کتب، رسائل و اخبارات سمعی بصری اور الیکٹرانک میڈیا میں شائع ہو رہے ہیں ان کا تو ٹھکانہ ہی کیا۔

ان ممالک کو معلوم، انجینئروں، ڈاکٹروں اور زندگی کے دیگر مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی ضرورت و حاجت ہے، ان ممالک میں تجارت کے ذرائع پیدا کرنے، کارخانے قائم کرنے، اپنے ملکی اور ملی و سیاسی مقاصد و مفادات کی وہاں اشاعت کے لئے عربی زبان کی شناسائی نہایت ضروری ہے۔

امام شافعی کے مذہب میں تو کچھ نہ کچھ عربی سیکھنا فرض عین کا درجہ رکھتا ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، علامہ ابن قیم اور حافظ ابن تیمیہ جیسے اساطین علم و فضل کے نزدیک بھی عربی سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

ادبی اعتبار سے بھی عربی زبان کی صفات و خصوصیات بے حد لطیف اور تفصیل طلب ہیں، کاش

روز اول ہی سے ہمارے ملک میں یونیورسٹیز، کالجز، سکولز اور بالخصوص دینی مدارس و جامعات کے ارباب انتظام و اختیار اس کے مقام اور مرتبے کو محسوس کرتے ہوئے اس طرف توجہ دیتے، تو عالم اسلام اور عالم عرب کے اتحاد اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کو باحسن وجوہ سمجھنے کے لئے یہ زبان ایک موثر ذریعہ ثابت ہو سکتی تھی، اب بھی اگر ہمارے حکمران دین کے لئے نہ سہی اپنے سیاسی اور دنیاوی مقاصد کے لئے اس زبان پر توجہ دیں تو عالم اسلام میں پاکستان کی حیثیت کچھ اور بڑھ کر ہو۔

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عربی زبان کی ترویج و اشاعت

کی طرف توجہ دے، آئین کے باب دوم کے آرٹیکل نمبر 31 شق 2 میں مذکور ہے:

The State shall endeavor, as respects the Muslims of (2) to make teaching of Holy Quraan and Islamiat ((a Pakistan compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language and secure correct and exact printing and publishing of .the Holy Quraan

to promote unity and the observance of the Islamic moral (b) to secure the proper organization of ((c standards; and "Zakat, Ushr auqaf and mosques

یعنی ملک میں ایسے اقدامات اٹھائے جائیں گے، جن کی وجہ سے مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلام کے بنیادی عقائد کے مطابق گزار سکیں، ملک میں قرآن کریم اور اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جائے گی، نیز عربی زبان کی تعلیم و ترویج کی حوصلہ افزائی کی جائے گی، اور مملکت قرآن کریم کی طباعت و اشاعت کا بندوبست کرے گی مذکورہ اقتباس سے عربی زبان کے فروغ اور نشر اشاعت کے متعلق ہمارے ملک کے آئینی و دستوری فریضے کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

”اسلام اور عربی زبان کا جو باہمی محکم رشتہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلام کا قانون عربی زبان

میں ہے۔ اسلام کا آسمانی صحیفہ۔ قرآن حکیم۔ عربی زبان میں ہے۔ اسلام کے پیغمبر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان عربی ہے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام تر تعلیمات، ہدایات اور ارشادات کا پورا ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔

اسلام کی اہم ترین عبادت صلوة (نماز) جس کو روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے اپنے ملکوں میں روزانہ پانچ وقت پڑھتے ہیں وہ عربی زبان میں ہے۔ یہ نماز ہی توحید اسلام کا اعلیٰ ترین مظہر اور دین اسلام کی بنیادی عبادت ہے۔ پھر ہفتہ واری اسلام کا پیغام۔ جمعہ کا خطبہ۔ عربی زبان میں ہے۔ سال میں دو مرتبہ عمومی و اجتماعی پیغام۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا خطبہ۔ تمام دنیا میں عربی زبان میں پڑھا جاتا ہے۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی رہنمائی کے لیے جو عجیب و غریب اذکار و دعائیں صبح سے شام تک ہر محل اور ہر موقع اور ہر کام کے لیے تلقین فرمائی ہیں، عبد و معبود کے درمیان تعلق و رابطہ پیدا کرنے یا اس رشتہ کو مضبوط کرنے کے لیے جن سے زیادہ موثر اور کوئی تدبیر نہیں ہے وہ سب عربی میں ہیں۔ بارگاہ قدس رب العالمین اور تجلیات الہیہ کا سرچشمہ جس سر زمین میں واقع ہے مکہ مکرمہ۔ وہ عرب ہے اور وہاں کے باشندوں کی زبان عربی ہے۔

سید الکونین رسول الثقلین حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقامت گاہ اور دارالہجرت جس سر زمین مقدس میں واقع ہے۔ مدینہ منورہ۔ وہ عرب ہے اور اس کے بسنے والوں کی زبان بھی عربی ہے۔ مکہ معظمہ جس طرح عدنانی عرب کا مرکز تھا اسی طرح ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ قحطانی عرب کا مرکز بن گیا اور ان دونوں مرکروں کی زبان اور تہذیب عہد قدیم سے آج تک عربی ہے۔ دونوں قوموں عدنانی اور قحطانی عربوں کا سرمایہ تارخ و ادب عربی زبان میں ہے۔ قرآن کریم اور اسلام کے پہلے مخاطب جزیرۃ العرب میں بسنے والی پوری آبادی عرب ہے۔ جزیرۃ العرب سے باہر اسلام کے دو اہم ترین مرکز عراق و شام ہیں۔ دونوں ملک عربی زبان اور تہذیب کا گہوارہ تھے اور ہیں۔

مصر، لیبیا، سوڈان، مغربی افریقہ، الجزائر، تیونس اور مراکش وغیرہ سب عربی بولنے والوں کے

مرکزی مقامات ہیں اور شمالی افریقہ کی اکثریت کی زبان بھی عربی یا بگڑی ہوئی عربی ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے زمرہ میں شامل عرب فاتحین جو اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں سندھ و ہند، افغانستان و بخارا سے لے کر اسپین تک نہ صرف پھیل گئے بلکہ ان ملکوں میں بس بھی گئے تھے ان کے ذریعہ ان ملکوں میں بھی عربی زبان پہنچ گئی تھی چونکہ ان ملکوں کے تمام مسلمان قوموں کا دینی سرمایہ عربی زبان میں تھا اس لیے ان ملکوں کی بھی دینی اور مذہبی زبان عربی بن گئی۔

چنانچہ نہ صرف یہ کہ ان ممالک اسلامیہ میں لائق فخر عربی داں پیدا ہوئے بلکہ عجمی ممالک کے ان مراکز سے بھی عربی کے وہ مایہ ناز ماہرین و موجدین علوم و فنون پیدا ہوئے جن کی نظیر کا دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ ان ہی عجمی علماء کی بدولت عربی علوم میں صرف و نحو، معانی بیان، بدیع، لغت عربی، رسم الخط، علم الاشتقاق، عروض و قافیہ اور شعر و ادب اور دیگر اسلامی علوم زندہ و تابندہ ہیں۔ تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، عقائد و توحید، کلام اور آلیہ علوم۔ منطق، فلسفہ ہیئت ریاضی وغیرہ علوم کا سارا ذخیرہ عربی زبان میں ڈھل گیا۔ اور نہ صرف یہ، بلکہ عربی زبان کے حقائق فقہ و لغت کی باریکیاں اور حیرت انگیز لسانی خصوصیات عربی تلفظ کی صحت و سہولت کے قواعد و ضوابط اور لسانی حسن و جمال کی نیرنگیاں وغیرہ وہ علمی سرمائے ہیں کہ عربی کے علاوہ دنیا کی اور دوسری زبانوں میں ان کا پتہ تک نہیں ہے۔

الغرض دینی علوم ہوں یا اسلامی تاریخ، وحی الہی کا منبع ہوں یا تعلیم و تربیت نبویؐ کا سرچشمہ، اتحاد اسلامی کا عظیم مقصد ہو یا بین المللکتی سیاسی مفاد و مصالح ہر لحاظ سے اور ہر حیثیت سے عربی زبان کی اہمیت سے انکار جنون کے مرادف ہے۔

عصر حاضر میں بھی صحرائے عرب میں جزیرۃ العرب کے اندر اور جزیرۃ العرب کے باہر اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے جو رسیال، پیٹروں اور دوسرے معادن کے اہلے ہوئے چشمے نمودار ہو گئے ہیں انھوں نے ان بادیہ نشینوں اور خانہ بدوشوں عرب اقوام کی عزت و مجد اور عظمت و ثروت کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا ہے کہ آج روس و امریکہ فرانس و برطانیہ جیسے اعداء اسلام بھی اپنے اقتصادی و سیاسی مفاد و مصالح کی خاطر ان بدویوں کی خوشامد پر اس کے لیے عربی زبان سیکھنے اور بولنے پر مجبور ہو گئے ہیں اسی لیے تمام

یورپین ممالک کے لیے عربی زبان و ادب کی درسگاہیں کھولنا اور ان کو فروغ دینا ناگزیر ہو گیا ہے (عراق کی موجودہ اور سابقہ جنگیں بھی اسی زریعہ ہی کے لیے ہیں)۔

کویت کا صحرا آج وہ دولت و ثروت اُگل رہا ہے جس کی بدولت انگلستان کی باغ و بہار قائم ہے۔ اگر آج کویت کی دولت انگلستان کے بینکوں سے نکال لی جائے تو برطانیہ کا دیوالیہ نکل جائے۔ غرض جس طرح عہد ماضی میں روحانی ہدایت کے سرچشمے صحرائے عرب سے پھوٹے آج بالکل اسی طرح مادی دولت و ثروت کے سرچشمے بھی اسی سرزمین سے ابل رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ دین ہو یا دنیا روحانیت ہو یا مادیت ہر جہت اور حیثیت سے عربی زبان دنیا کی تمام قوموں کے لیے اپنی غیر معمولی اہمیت کی بناء پر قابل توجہ بنی ہوئی ہے۔

عربی زبان سیکھنے کے لیے جہاں تک معمولی نوشت و خواند کا تعلق ہے صرف تین چار ماہ کا عرصہ کافی ہے۔ ہاں عربی زبان و ادب کی مہارت اور لسانی علوم و فنون، صرف و نحو، معانی بیان و بدیع اور قرآنی اعجاز کے حقائق تک پہنچنا تو اس کے لیے بیشک عمریں درکار ہیں۔“

## پسندیدہ عورت

مفتی شعیب احمد

جامعہ دارالتقویٰ

اس وقت معاشرے میں عورت کو مختلف حلیوں میں پیش کیا جا رہا ہے کہیں وہ سیل گرل ہے تو کہیں وہ ایئر ہوٹس ہے، کہیں وہ اشتہار کی زینت ہے تو کہیں ماڈلنگ کروائی جا رہی ہے، کہیں اسے پائلٹ دکھایا جا رہا ہے تو کہیں انجینئر کا تمغہ اس کے سینے پر سجا کر دکھایا جا رہا ہے، کہیں اسے وکیل اور بیرسٹر کے طور پر آئیڈیلایز کیا جا رہا ہے تو کہیں اسے ٹیچر اور ڈاکٹر کے روپ میں دکھایا جا رہا ہے عورت کے یہ سب روپ یا کردار اپنی جگہ لیکن ایک مسلمان عورت کے لئے یہ بات بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ میں اپنے پیارے مولیٰ اور مالک حق تعالیٰ سبحانہ کی نظر میں کیا مقام رکھتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس نظر سے دیکھتے ہیں، معاشرے کے پیمانے سب بعد کی باتیں مسلمان کی پہلی ترجیح اللہ کی نظر میں اپنا مقام پہچاننا اور بنانا ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی نظر میں پسندیدہ عورت کون سی ہے، قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے پسندیدہ عورت کی درج ذیل صفات نظر آتی ہیں جس عورت میں یہ صفات جتنی زیادہ ہوں گی وہ اتنی اچھی اور پسندیدہ عورت ہوگی۔

پہلی صفت:

گھر میں رہنے والی اور بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنے والی عورت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولى واقمن الصلوة وآتین الزکوة  
واطعن اللہ ورسولہ۔ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ:

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المراة عورة فاذا خرجت الستشر فيها الشيطان وانها لا تكون اقرب الی اللہ منها وھی  
فی قعر بیتها۔ (طبرانی)

ترجمہ:

عورت سراپاستر (یعنی چھپانے کی چیز) ہے پس جب وگھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکنے لگتا  
ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اتنا قریب نہیں ہو سکتی جتنا قریب وہ اپنے گھر کے اندر رہ کر ہو سکتی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا:

افضل من صلاتہا فی حجر تہا و صلاتہا فی مخرجہا افضل من صلاتہا فی بیتہا۔

ترجمہ:

عورت کا کمرے میں نماز پڑھنا گھر میں (کہیں اور) نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اندروالے  
چھوٹے کمرے میں نماز پڑھنا بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (سنن ابی داؤد)

اور فرمایا

ما استفاد المسلم تقوی اللہ خیر الہ من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر الیہا سرتہ  
وان اقسام علیہا یرتہ وان غاب عنہا نصحتہ فی نفسہا۔

ترجمہ:

کسی مسلمان نے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز پائی، کہ جب یہ اسے کسی  
کام کے کرنے کا کہے تو وہ اس کی اطاعت کرتی ہے اسی دیکھتا ہے تو خوشی محسوس کرتا ہے اور اگر یہ اس کی پر

کوئی قسم کھالے تو وہ اس کی قسم پوری کر دیتی ہے اور جب یہ اس سے دور ہوتا ہے تو وہ اپنے بارے میں شوہر سے خیر خواہی کرتی ہے (یعنی اپنی عفت کی حفاظت کرتی ہے)۔

دوسری صفت:

گھر گریہستی کا کام کرنے والی عورت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
کسی عورت کا اپنے گھر کا کام کرنا جہاد کا ثواب رکھتا ہے۔

تیسری صفت:

اولاد پر شفیق و مہربان عورت/ خاوند کے مال کی نگہبان اور خدمت کرنے والی عورت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

خیر نساء ر کبن الابل نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہا وارعاہ علی زوج فی ذات

یدہ۔

ترجمہ:

اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب اچھی عورتیں قریش کی عورتیں ہیں کہ اولاد پر بہت  
مہربان اور خاوند کے مال کی حفاظت کرنے والی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ماں وہ ہے جو بچے کی پیدائش اور پرورش کی مشقتیں اٹھاتی ہے جو ماں اپنے  
بچے کی مشقتیں نہیں اٹھاتی وہ ماں کہلانے کی مستحق نہیں ہے نہ ہی اولاد اسے وہ احترام اور تقدس دے گی۔

جو عورتیں اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے اپنی اولاد کو ڈے کیئر سنٹر میں ڈال دیتی ہیں وہ  
اس بات کی توقع نہ کریں کہ اولاد ان کے قدموں میں جنت تلاش کرے گی۔

چوتھی صفت:

اپنے بچے کو دودھ پلانے والی عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عورت حمل سے لیکر بچے جننے اور دودھ چھڑانے تک فضیلت و ثواب میں ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ (جہاد) میں سرحد کی نگھبانی کرنے والا اور اگر وہ عورت ان مراحل کے دوران فوت ہو جائے تو شہید کے برابر ثواب پاتی ہے۔

### پانچویں صفت:

زیادہ بچے جننے والی عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تزوجوا لولد و لود و دفانی مکاتربکم الامم یوم القیامة

ترجمہ:

تم زیادہ بچے جننے والی اور محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ میں تمہاری (تعداد کی) وجہ سے قیامت والے دن دوسری امتوں پر فخر کرنے والا ہوں گا۔

### چھٹی صفت:

خاوند کی جسمانی خواہش کی تکمیل کرنے والی عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا داعی الرجل امراته الی فراسة فابت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتی تصبح

ترجمہ:

جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے (یعنی نفسانی خواہش کا تقاضہ کرے) اور وہ (بغیر کسی شرعی عذر کے) انکار کرے اور خاوند ناراض ہو جائے تو اللہ کے فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا

اذا داعی الرجل امراته فلتاته وان كانت علی التنور

ترجمہ:

جب خاوند اپنی بیوی کو (جسمانی ضرورت کی تکمیل کے لئے) بلائے تو ایسے چاہئے کہ حاضر ہو،

چاہے وہ عورت تنور (چولھے یا کسی بھی انتہائی ضروری اور اہم کام) پر ہو۔

نکاح کا ایک بنیادی مقصد عفت کی حفاظت ہے اگر عورت خاوند کے ساتھ اس معاملے میں تعاون نہیں کرے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ خاوند بے راہ روی کی صورتیں اختیار کرے گا اور رفتہ رفتہ دونوں کے درمیان دراڑیں پڑتی جائیں گی، اللہ رب العزت نے یہ جسمانی ضرورت بلا فائدہ نہیں رکھی اس میں میاں بیوی کے باہمی تعلقات کی مضبوطی اور پائیداری کی ضمانت ہے اسی لئے خاوند کے لئے حکم یہ ہے کہ طلاق کا بہترین طریقہ یا موقع وہ ہے جب بیوی طہر میں ہو اور اس طہر میں خاوند نے قربت نہ کی ہو۔

آج کل میڈیا اور مغربی تعلیم کے برے اثرات کی وجہ سے ایک ذہنیت یہ پیدا ہو رہی ہے کہ کچھ لڑکیاں اور عورتیں ضرورت کی تکمیل کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ ایک ناپسندیدہ اور گندہ کام باور کرنے لگ گئی ہیں جو ازدواجی رشتے کے لئے انتہائی خطرناک رجحان ہے جو کام خدا نے انسان کی فطرت میں رکھے ہیں ان سے بغاوت کا نتیجہ سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

ساتویں صفت:

دین کو پہلی ترجیح دینے والی عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تتكح المرأة الاربع لجمالها ولحسبها ولدینها فاضفر بذات الدین تربت

یداک

ترجمہ:

عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے مال کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، خاندان اور دین کی وجہ سے اے مخاطب! تو دین والی عورت سے نکاح کر لے اللہ تیرا بھلا کرے۔

دین والی عورت سے مراد وہ عورت ہے جس کی زندگی دین کے تابع ہو اس کے فیصلے دین کی بنیاد پر ہوں اس کی زندگی میں کردار و گفتار میں دین نظر آئے جو اللہ کے حکم کو اپنی سوچ و فکر اور خواہش و جذبات، معاشرے اور رواج پر مقدم رکھے۔

## آٹھویں صفت

خاوند کے دین میں معاون بننے والی عورت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ترجمہ:

انسان کے لئے بہت بڑی دولت ذکر والی زبان اور شکر والا دل اور ایمان والی بیوی ہے جو ایمان

پر خاوند کے ساتھ تعاون کرے۔

ملا علی قارئی اس کے تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

علی ایمانہ امی علی دینہ بان تذکرہ الصلوٰۃ و الصوم و غیرہا من العبادات و تمنعہ من

الزنا و سائر المحرمات

ترجمہ:

ایمان پر تعاون کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے کاموں میں تعاون کرے نماز اور روزے اور

دیگر عبادات کی تلقین اور یاد دہانی کرائے اور اپنے خاوند کو (آنکھ، کان، دل اور جسم کے) زنا اور دیگر

ناجائز کاموں سے روکے۔

دین پر تعاون کی صورت یہ بھی ہے کہ خاوند کے دین اور دین کے حلیے پر طعن و ملامت نہ کرے،

داڑھی کو ٹوپی کو برا بھلا نہ کہے۔ اگر خاوند دین کے حوالے سے کوئی فیصلہ کر لے۔۔۔ اولاد کو دینی علم سکھانے

یا دینی ماحول بنانے کے حوالے سے تو اس پر خود بھی ثابت قدم رہے اور خاوند کو تسلی دے اس کا حوصلہ بلند

کرے بیوی کے حوصلے سے بڑے بڑے مردوں کے قدم جم جاتے ہیں اور بیوی کی طعن و ملامت سے

بڑے بڑے لوگ ڈمگ گئے ہیں، اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے کسی نہ کسی پر عزم و حوصلہ

عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

دینی تعاون کی ہی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خاوند کے پاس موجود معاشی اسباب و وسائل پر

قناعت کرے اسے زیادہ سے زیادہ کمانے کی ترغیب نہ دے نہ ایسے ایسے مطالبات کرے جس سے وہ کماد

گدھا بننے پر مجبور ہو جائے اور نہ ہی ایسے ایسے مطالبات کرے جس سے وہ بیچارہ حرام (رشوت، سود، ملاوٹ، جھوٹ) کمائی لانے پر مجبور ہو جائے، بہت سے مردوں کی حرام کمائیوں کے پیچھے عورتوں کے ان بے جا اور زائد ضروریات کے مطالبات کا ہاتھ ہوتا ہے، خواہشات کی تکمیل کے لئے ڈھیروں کمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور ڈھیروں کمائی ہیرا پھیری کے بغیر عام طور سے نہیں ہوتی۔

نویں صفت:

خاوند کی عزت و احترام کرنے والی عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لو كنت أمرا أحد أن يسجد لأحد لامرت المراقاة أن تسجد لزوجها

ترجمہ:

اگر میں کسی کے لئے تعظیم و احترام کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو

سجدہ کرے۔

خاوند کے احترام اور تعظیم کا اس حد تک حکم ہے چاہے خاوند اپنے کردار کے اعتبار سے جیسا بھی ہو

اس کی عزت و احترام عورت کی ذمہ داری ہے چنانچہ عورت کی جانب سے خاوند کا نام لے کر بلانا یا بدتمیزی سے بولنا احترام کے منافی ہے۔

دسویں صفت:

شوہر سے محبت کرنے والی عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ ایسی عورت کو پسند فرماتے ہیں جو اپنے شوہر سے محبت اور لگاؤ رکھنے والی ہو اور غیر مرد سے اپنی

حفاظت کرنے والی ہو۔

سب سے اچھی عورت وہ ہے جو پاکدامن ہو اپنے شوہر پر فریفتہ اور عاشق ہو۔

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میاں بیوی کا تعلق محبت کا نہیں ہوتا اس لئے وہ اس تعلق کو لازماً کشیدہ اور

تلخ بنا کر رکھنا ضروری سمجھتے ہیں یہ بات غلط ہے میاں بیوی کے درمیان محبت اور الفت کا تعلق ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے ایسے میاں بیوی اللہ کی نظر میں بھی محبوب ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میاں بیوی کی آپس کی محبت بہت سے نیک مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور اس سے بہت سے فتنوں سے حفاظت بھی رہتی ہے لیکن یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ اس محبت کا رنگ وہ ضروری نہیں بلکہ شاید ممکن نہیں جو شادی کے ابتدائی دنوں میں ہوتا ہے یا شادی سے پہلے کی ناجائز محبتوں میں جو ہوتا ہے کچھ عورتوں یا مردوں کے ذہن میں بس محبت کے عنوان سے وہی جذباتی خاکہ بیٹھا ہوتا ہے اس کو ساری زندگی تلاش کرتے رہتے ہیں اس کے نہ ملنے پر شکوہ کناں رہتے ہیں کہ بے راہ روی کے راستے تلاش کرنے لگتے ہیں میاں بیوی کی محبت پاکیزہ اور انتہائی لطیف ہوتی ہے یوں کہہ لیں کہ یہ پانی کی طرح بے رنگ ہوتی ہے مگر بہت ضروری اور مفید ہوتی ہے۔

گیارہویں صفت:

دوسرے نکاح پر صبر کرنے والی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو عورت اپنے خاوند پر (ثواب کی طلب میں) رشک کرے اور اگر خاوند نے دوسرا نکاح کیا تو

اس پر صبر کرے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے۔

مرد کو اللہ رب العزت نے ایک وقت میں چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ ان کے درمیان برابری اور انصاف کو قائم رکھ سے گویا اصولی طور پر عورت اپنے خاوند کے ایک ربع یعنی 25 فیصد تک کی حقدار ہوتی ہے باقی 75 فیصد تین بیویوں کا ہوتا ہے، لیکن عورت کی فطری خواہش یہ ہوتی ہے (بالخصوص ہماری ہندو پاک عورت یہ چاہتی ہے) کہ جیسے میں اپنے سب کچھ کے ساتھ خاوند کی ہوں ایسے ہی میرا خاوند بھی صرف میرا ہو، کوئی دوسری عورت اس میں شریک نہ ہو اگر کوئی خاوند اپنے حق کو استعمال کرے اور اس کی پہلی بیوی اپنے فطری جذبات پر قابو پا کر خاوند کے تقسیم ہونے پر راضی ہو جائے اور اپنی سوکن کو برداشت کر لے تو اللہ کی نظر میں یہ بہت بڑی قربانی ہے جسے اللہ تعالیٰ اتنی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

کہ اسی عورت کو شہادت کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں، شہید جان کی قربانی دیتا ہے مگر یہ اللہ کی بندی اپنے مان اور جذبات کی قربانی دیتی ہے اور ہر لمحے قربان ہوتی ہے اس کا رتبہ شہید کے برابر ہونا قرین انصاف ہے۔

بارہویں صفت

خاوند کو تسلی دینے والے عورت

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

جب میں گھر جاتا ہوں تو میری بیوی کہتی ہے: مرحبا! میرے سردار، میرے سر کے تاج جب مجھے (کسی دنیا کے معاملے یا معاشی الجھن میں) پریشان اور غمگین دیکھتی ہے تو کہتی ہے "دنیا کا غم کیوں کرتے ہو؟" آخرت تو بن رہی ہے۔

اس میں ایک اچھی عورت کی صفت بیان ہوئی ہے کہ جب خاوند باہر سے تھکا ہارا غم کا مارا اور کبھی کبھی بظاہر نا کام گھر لوٹتا ہے تو بیوی فوراً طبعے نہیں دیتی بلکہ ایسے بہت باعزت القاب سے بلاتی ہے اور پھر دنیا کے معاملے میں بڑے ہی عمدہ انداز میں تسلی دیتی ہے کہ اگر کاروبار میں یا کسی اور معاملے میں نقصان ہو گیا تو کیا ہوا، دنیا کا نقصان تو آخرت کا نفع ہی نفع ہے، میرے سرتاج! دنیا کا کیا غم کرنا ایسی عورت یہ نہیں کہتی کہ نہیں مجھے تو یہ چاہئے وہ چاہئے اور بھی چاہئے جیسے فلاں ہے فلاں ہے فلاں ہے۔

تیرہویں صفت

جس عورت کا شوہر اس سے راضی ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ایما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة

جو عورت اس حالت میں دنیا سے جائے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ عورت جنت

میں جائیگی۔

(نوٹ: مذکورہ مواد ہمیشتی زیور اور تحفہ خواتین سے ماخوذ ہے)

## دنیا و آخرت کی کامیابی

سات [۷] صفات میں مضمَر

ڈاکٹر مفتی محمد نجیب قاسمی سنبھلی

سورۃ المؤمنون کی ابتدائی گیارہ [۱۱] آیات میں مومنین کی بعض صفات کا ذکر کیا گیا جن کے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلدَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتغىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“  
(سورۃ المؤمنون: ۱-۱۱)

”ان ایمان والوں نے یقیناً کامیابی حاصل کر لی: جن کی نمازوں میں خشوع و خضوع ہے۔ جو لغو کاموں سے دور رہتے ہیں۔ جو زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں۔ جو اپنی شرم گاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ ہاں! جو لوگ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔ یہ ہیں وہ وارث جنہیں جنت الفردوس کی میراث ملے گی، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“  
اللہ تعالیٰ جو انس و جن اور تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے، جو خالق و مالک و رازق کائنات

ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے، جو انسان کی رگ سے ہی نہیں بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے اچھی طرح واقف ہے اس نے انسان کی کامیابی کے لیے ان آیات میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے علاوہ (۷) صفات ذکر فرمائی ہیں کہ اگر کوئی شخص واقعی کامیاب ہونا چاہتا ہے تو وہ دنیاوی فانی زندگی میں موت سے قبل ان سات اوصاف کو اپنے اندر پیدا کر لے۔ ان سات اوصاف کے حامل ایمان والے جنت کے اُس حصہ کے وارث بنیں گے جو جنت کا اعلیٰ و بلند حصہ ہے، جہاں ہر قسم کا سکون و اطمینان و آرام و سہولت ہے، جہاں ہر قسم کے باغات، چمن، گلشن اور نہریں پائی جاتی ہیں، جہاں خواہشوں کی تکمیل ہے، جس کو قرآن و سنت میں جنت الفردوس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہی اصل کامیابی ہے کہ جس کے بعد کبھی ناکامی، پریشانی، دشواری، مصیبت اور تکلیف نہیں ہے، لہذا ہم دنیاوی، عارضی و محدود خوشحالی کو فلاح نہ سمجھیں، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کے لیے کوشاں رہیں۔ ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر تسلیم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے۔ انسان کی کامیابی کے لیے سب سے پہلی اور بنیادی شرط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے، اس کے علاوہ انسان کی کامیابی کے لیے جو سات اوصاف اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ذکر فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں:

### ۱:- خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی

خضوع کے معنی ظاہری اعضاء کو جھکانے (یعنی جسمانی سکون) اور خشوع کے معنی دل کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنے کے ہیں۔ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم نماز میں جو کچھ پڑھ رہے ہیں اس کی طرف دھیان رکھیں اور اگر غیر اختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے، لیکن جو نہی یاد آجائے دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ غرضیکہ ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ نماز کے وقت ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم نماز کے کس رکن میں ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ہمیں اطمینان و سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ ایک اور

صاحب بھی مسجد میں آئے اور نماز پڑھی، پھر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ گئے اور جیسے نماز پہلے پڑھی تھی، ویسے ہی نماز پڑھ کر آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ اُن صاحب نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے نماز سکھائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن مجید میں سے جو کچھ پڑھ سکتے ہو پڑھو، پھر رکوع میں جاؤ تو اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے کھڑے ہو تو اطمینان سے کھڑے ہو، پھر سجدہ میں جاؤ تو اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو تو اطمینان سے بیٹھو۔ یہ سب کام اپنی پوری نماز میں کرو۔ (صحیح بخاری)

## ۲:- لغو کاموں سے دوری

لغو اس بات اور کام کو کہتے ہیں جو فضول، لالیعی اور لاجواہل ہو، یعنی جن باتوں یا کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ مولائے حقیقی نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ: لغو کاموں کو کرنا تو درکنار اُن سے بالکل دور رہنا چاہیے۔ ہمیں ہر فضول بات اور کام سے بچنا چاہیے قطع نظر اس کے کہ وہ مباح ہو یا غیر مباح، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہو سکتا ہے جبکہ وہ بے فائدہ اور فضول چیزوں کو چھوڑ دے۔ (ترمذی)

## ۳:- زکوٰۃ کی ادائیگی

انسان کی کامیابی کے لیے تیسری اہم شرط زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی ہے۔ زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کے بعد سب سے زیادہ حکم زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی دیا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر: ۳۴-۳۵ میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کماحقہ زکوٰۃ نہیں نکالتے، اُن کے لیے بڑے سخت الفاظ میں خبر دی ہے، چنانچہ فرمایا کہ: جو لوگ اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کے راستے میں خرچ

نہیں کرتے، تو (اے نبی!) آپ اُن کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے، یعنی جو لوگ اپنا پیسہ، اپنا روپیہ، اپنا سونا چاندی جمع کرتے جا رہے ہیں اور اُن کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، اُن پر اللہ نے جو فریضہ عائد کیا ہے اُس کو ادا نہیں کرتے، اُن کو یہ بتا دیجئے کہ ایک دردناک عذاب اُن کا انتظار کر رہا ہے۔ پھر دوسری آیت میں اُس دردناک عذاب کی تفصیل ذکر فرمائی کہ یہ دردناک عذاب اُس دن ہوگا جس دن سونے اور چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور پھر اُس آدمی کی پیشانی، اُس کے پہلو اور اُس کی پشت کو داغا جائے گا اور اُس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، آج تم اس خزانے کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کر رہے تھے۔

### ۴:- شرم گاہوں کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش کی تکمیل کا ایک جائز طریقہ یعنی نکاح مشروع کیا ہے۔ انسان کی کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ ہم جائز طریقہ کے علاوہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کا ایک دوسرے سے شہوت نفس کو تسکین دینا قابل ملامت نہیں، بلکہ انسان کی ضرورت ہے، لیکن جائز طریقہ کے علاوہ کوئی بھی صورت شہوت پوری کرنے کی جائز نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جائز طریقہ کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب بھی جانے کو منع فرمایا ہے۔ (سورۃ الاسراء: ۳۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھ بھی زنا کرتی ہے اور اس کا زنا نظر ہے۔ آج روزہ مرہ کی زندگی میں مرد و عورت کا کثرت سے اختلاط، مخلوط تعلیم، بے پردگی، TV اور انٹرنیٹ پر فحاشی اور عریانی کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم خود بھی زنا اور زنا کے لوازمات سے بچیں اور اپنے بچوں، بچیوں اور گھر والوں کی ہر وقت نگرانی رکھیں، کیونکہ اسلام نے انسان کو زنا کے اسباب سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے۔ زنا کے وقوع ہونے کے بعد اس پر ہنگامہ، جلسہ و جلوس و مظاہروں کے بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حتی الامکان غیر محرم مرد و عورت کے اختلاط سے ہی بچا جائے۔

## ۵:- امانت کی ادائیگی

امانت کا لفظ ہر اس چیز کو شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو، خواہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہو یا حقوق اللہ سے۔ حقوق اللہ سے متعلق امانت فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و مکروہات سے پرہیز کرنا ہے اور حقوق العباد سے متعلق امانت میں مالی امانت کا داخل ہونا تو مشہور و معروف ہے۔ اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی کو بتلائی تو وہ بھی اس کی امانت ہے، اذن شرعی کے بغیر کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔ اسی طرح کام کی چوری یا وقت کی چوری بھی امانت میں خیانت ہے، لہذا ہمیں امانت میں خیانت سے بچنا چاہیے۔

## ۶:- عہد و پیمانہ پورا کرنا

عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دو طرف سے کسی معاملہ میں لازم قرار دیا جائے، اس کا پورا کرنا ضروری ہے، دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں، یعنی کوئی شخص کسی شخص سے کوئی چیز دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کر لے، اس کا پورا کرنا بھی شرعاً ضروری ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اگر ہم کسی شخص سے کوئی عہد و پیمانہ کر لیں تو اس کو پورا کریں۔

## ۷:- نماز کی پابندی

کامیاب ہونے والے وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی بھی پوری نگرانی رکھتے ہیں، یعنی پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات پر اہتمام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت و تاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دیتی ہے، مگر ضروری ہے کہ اس پر پابندی سے عمل کیا جائے اور نماز کو ان شرائط و آداب کے ساتھ پڑھا جائے جو نماز کی قبولیت کے لیے ضروری ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”نماز قائم کیجئے، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔“ (سورۃ العنکبوت: ۴۵) اسی طرح حدیث میں ہے کہ: ”ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ فلاں شخص راتوں کو نماز پڑھتا ہے، مگر دن میں چوری کرتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اس کی نماز عنقریب اس کو اس برے کام سے روک دے گی۔“ (مسند احمد، صحیح ابن حبان، بزار)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کے لیے ضروری سات اوصاف کو نماز سے شروع کیا اور نماز پر ہی ختم کیا، اس میں اشارہ ہے کہ نماز کی پابندی اور صحیح طریقہ سے اس کی ادائیگی انسان کے پورے دین پر چلنے کا اہم ذریعہ بنتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں سب سے زیادہ نماز کی ہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ کل قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ نماز کے علاوہ تمام احکام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے واسطے دنیا میں اتارے، مگر نماز ایسا مہتمم بالشان عمل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر حضرت جبرائیلؑ کے واسطے کے بغیر نماز کی فرضیت کا تحفہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نمازوں کا اہتمام کرنے والا بنائے آمین، ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی طبیعت میں کامیابی کی چاہت رکھی ہے، چنانچہ ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ انسان کی کامیابی ایمان کے بعد سات صفات میں مضمر ہے، یعنی اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر یہ صفات پیدا کریں۔ ان سات اوصاف سے متصف ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ۱۰ اور ۱۱ آیات میں جنت الفردوس کا وارث بتلایا ہے۔ لفظ ”وارث“ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مورث کا مال اس کے وارث کو پہنچنا قطعی اور یقینی ہے، اسی طرح ان سات اوصاف والوں کا جنت الفردوس میں داخلہ یقینی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سات اوصاف کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنائے، آمین۔

## کرونا وائرس کی تباہ کاریاں اور ہماری بے حسی

سفیان علی فاروقی

کرونا وائرس کی تباہ کاریوں سے کون واقف نہیں اور اس سے نجات کی سر توڑ کوششیں سو فیصد بار آور بھی نہیں ہو رہی ہیں اگر مادی اسباب پر نظر ڈالی جائے تو سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرونا وائرس پیدا کیسے ہوا؟ کیا یہ سائنس دانوں کی کیمیائی جنگ کا ایک مہرہ تو نہیں؟ اس کا موجد کون ہے؟ اسے چین میں لانچ کیوں کیا گیا؟ اور اس کی روک تھام کو کنٹرول کیوں نہیں کیا جا سکا؟ لاکھوں زندگیوں کے چراغ گل کر دیئے گئے؟ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوال سب کے ذہنوں میں ہیں اور شاید آنے والے وقت میں کوئی جواب مل جائے مگر اس وقت شکوک و شبہات اور الزامات کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہیں آ رہا اور اگر اسے دینی یا روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ پیدا کرنے والے کی طرف سے سزا ہے اس کے غصے کا اظہار ہے کیوں کہ اس کی مخلوق کے ساتھ جو کچھ ہم کر چکے ہیں اس کے بعد یہی بتا ہے مثلاً کشمیر کے کر فیو پر صرف بیان بازی کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا میں کر فیو لگا دیا، اس کے احکامات سے روگردانی کی گئی بلکہ نافرمانی کی گئی تو اس نے میری دنیا میری مرضی کو ثابت کر دیا بلکہ یوں کہہ لیں کہ ایک شامی بچے نے کہا تھا کہ اوپر جا کر میں اللہ پاک کو سب کچھ بتا دوں گا اللہ والے کہتے ہیں کہ اس نے پروردگار سے ہماری شکایت لگا دی ہے۔

کشمیر، فلسطین، بوسنیا، عراق، افغانستان، شام، لیبیا، برما میں ہونے والے انسانیت سوز مظالم

میں خاموش بیٹھنے والوں کی چیخیں سننے والا بھی کوئی نہیں ہے، اذان، حجاب اور شعائر اسلام کا مذاق اڑانے والی قومیں خالق حقیقی کے سامنے سر بسجود ہونے پر مجبور ہو چکی ہیں اور وہ ہمارا پروردگار ہم سے ایسا ناراض ہوا ہے کہ اب اپنے گھر کے دروازے ہم پر بند کر رہا ہے سو ہمیں اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے۔

کرونا وائرس نے بہت سی حقیقتوں سے پردہ بھی اٹھایا ہے جس میں سے ایک سب سے بڑی حقیقت ہماری نا اتفاقی ہے یہ وائرس ہمیں رنگ و نسل اور کسی بھی طبقاتی تفریق کا امتیاز کئے بغیر نگل رہا ہے اور ہم اب تک سیاسی، مذہبی، مسلکی علاقائی ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں یہ بات نہایت دکھ اور تکلیف سے لکھنی پڑ رہی ہے کہ ہم نفرتوں کو اتنا بول چکلے ہیں اور اتنا بول چکلے ہیں کہ مشکل کی یہ گھڑی بھی ہمارے متحد ہونے کا ذریعہ نہیں بن سکی۔

دوسری اہم بات کہ ہم اب بھی ہجوم ہی ہیں قوم نہیں بن پائے اور کسی بھی ہجوم کو قوم بننے کیلئے جس ابتدائی اور بنیادی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے ہمارا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں، کرونا وائرس کو جس غیر سنجیدگی سے ہم نے لیا شاید ہی کسی ملک نے اتنی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا ہو اب تک کی صورت حال یہ ہے کہ ہم نے احتیاطی تدابیر کے پر نچے اڑا دیئے ہیں حکومت کے بار بار اعلانات کے باوجود ایسے اوپیز پر عمل نہیں کر پارہے، اپنی فیملی تک کو محفوظ رکھنے کیلئے حفاظتی اقدامات پر عمل پیرا نہیں ہو رہے، غیر ذمہ داری کا اندازہ اس سے لگائیں کہ یہ ہمیں ایک تفریح لگ رہی ہے بلکہ مشکل کی اس گھڑی میں جب لوگوں کا کاروبار نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے بہت سوں کی چاندی ہو گئی ہے اور وہ اس نازک مرحلے میں اپنی عاقبت کو فراموش کر کے گراں فروشی کے مرتکب ہو رہے ہیں، مزدوروں اور کمزور طبقہ کی ضروریات کا احساس کرنے کی بجائے مختلف بہانوں سے ان کی تنخواہیں روکنا ان کے معاشی قتل کے مترادف ہے میں یہ لکھنے پر مجبور ہوں کہ ہماری خواندگی کی شرح میں یقیناً اضافہ ہو رہا ہے لیکن تربیت و شعور اور اخلاقی گراؤ کی شرح بھی بدستور بڑھتی چلی جا رہی ہے اس کے ساتھ ساتھ حکومت بھی کہیں نہ کہیں پالیسی بنانے میں تذبذب کا شکار ہے اور نظام تعلیم کو نئے سرے سے ترتیب نہیں دے پارہی جس کا لامحالہ نقصان دینی و دنیاوی علوم کے طالب علموں کو ہو رہا ہے اور نمبروں کی گیم میں پڑا ہمارا نظام تعلیم بہت سے طالب علموں کے مستقبل کو مایوسی کی نظر

کر چکا ہے اس کے ساتھ ساتھ مساجد اور مدارس جو رجوع الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور مشکل اس گھڑی میں ایک اہم حیثیت اختیار کر چکے ہیں کو جبراً بند کرنا بھی بہت بڑا ظلم ہے اگر اس وقت ہمارا رابطہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط سے مضبوط تر نہیں ہوگا تو اس وباء کے اثرات سے بچنا ناممکن ہے اس لئے مساجد اور مدارس جہاں قال اللہ و قال رسول جاری رہتا ہے کو بدستور جاری رہنے دینا چاہئے بلکہ حکومتی سطح پر بھی اس کا اہتمام کیا جانا چاہئے البتہ تمام احتیاطی تدابیر اختیار کر لی جائیں بلکہ میری تو یہ بھی رائے ہے کہ دنوں اسمبلیوں کے اجلاس سے پہلے اور سرکاری اداروں میں ہر روز صبح ڈیوٹی شروع ہونے سے پہلے نوافل اور دعاؤں کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔

تیسری اہم بات چند لوگ تو اپنے طور پر رفاہی کاموں میں مصروف ہیں (ان کو نکال کر جو کسی غریب کو دیتے وقت تصویر میں غریب کی بے بسی اور لاچارگی کو محفوظ کرتے ہوئے اپنی نیکی کو ضائع کر دیتے ہیں) اور اسے اپنا مذہبی، قومی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے خدمت خلق کر رہے ہیں ان کے ساتھ ساتھ 1122 کا عملہ، پیرامیڈیکل سٹاف، ڈاکٹرز، ریجنرز، فوج، پولیس، بلدیہ، صحافی اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار تندرہی اور جاں فشانی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں وہیں سوچنے کی بات یہ ہے بلکہ سمجھنے کی بات ہے کہ دکھ کی اس گھڑی میں وہ سیاست دان کدھر ہیں جو الیکشن کے دنوں میں ہمارے سگے بنے ہوتے ہیں اور ان کی باتوں سے محسوس ہو رہا ہوتا ہے کہ ان سے بڑا خیر خواہ ہمارا اور کوئی بھی نہیں، یہ کڑا وقت دوست اور دشمن کا فرق بتا رہا ہے جو اس مشکل وقت میں آپ کے ساتھ ہے، آپ کو بہتر سہولت فراہم کرنے کی جدوجہد میں ہے وہ اصل آپ کا خیر خواہ ہے اس کے علاوہ سب فراڈ اور دھوکہ ہے، اسی طرح دیگر شعبوں پر نظر ڈالیں وہ سیاسی رہنما کدھر ہیں جنہیں الیکشن کے دنوں میں ملک و ملت کا غم کھائے جا رہا ہوتا ہے اگر آج وہ خاموش ہیں اور کوئی عملی جدوجہد نہیں کر رہے تو سمجھ لیں وہ آپ کے خیر خواہ نہیں ہیں اسی طرح موٹائل کمپنیاں کوئی ریلیف دے رہی ہیں؟ باٹا یا سروس وغیرہ قوم کو سہولت فراہم کر رہے ہیں؟ پیپسی اور کوک وغیرہ قوم کو کسی بھی قسم کا ریلیف دے رہے ہیں؟ کھانے پینے کے جتنے بھی بڑے بڑے برانڈ ہیں وہ بھی ریلیف کی طرف گئے ہیں؟ کپڑے کے مشہور برانڈ اس مشکل وقت میں کچھ ساتھ دے رہے ہیں؟ جتنی بھی پٹرول کی کمپنیاں ہیں ان کی طرف سے اس مشکل وقت میں کیا اعلانات ہوئے ہیں؟ دیگر نجی

کمپنیاں جو پاکستانی قوم سے سالانہ اربوں کھربوں روپے کماتی ہیں کیا ان کی طرف سے اس مشکل وقت میں کسی ہیکج کا اعلان ہوا اگر نہیں تو عزم کریں یہ برائڈ دوبارہ پاکستان میں کامیاب نہ ہو سکیں بلکہ ان کے متبادل برائڈ استعمال کریں اور ان کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

چوتھی اہم بات کرونا وائرس پاکستان کیسے پہنچا یا پہنچایا گیا، جب کچھ عرصہ سے ہمارے ارد گرد ہمسایہ ممالک اس کا شکار ہو چکے تھے اور ہمیں پتا تھا کہ یہ وائرس کسی بھی سازش کی شکل میں پاکستان میں پھیلا یا جاسکتا ہے تو پھر کیا ہمارے حفاظتی اقدامات کمزور تھے؟ یا ہمارے سسٹم میں موجود کچھ لوگ یہ افراتفری پھیلا نا چاہتے تھے تاکہ کچھ مقاصد حاصل کئے جاسکیں؟ بارڈر مکمل سیل کیوں نہیں کئے گئے؟ اور ایک مذہبی طبقہ کو اتنی کھلی چھوٹ کیوں دی گئی کہ وہ پورے پاکستان میں اس وبا کو پھیلا کر سینکڑوں افراد کی جان سے کھیلیں اور سینکڑوں گھروں میں صف ماتم بچھادیں؟ ایرانی زائرین کی مکمل نگرانی اور پراپر چیک اپ کیوں نہیں کیا گیا؟ ان کو کس کے احکامات پر پورے ملک میں جانے کا فری ہینڈ دیا گیا؟ قوم کو زائرین کی اصل تعداد سے بے خبر کیوں رکھا گیا؟ ہمارے ایئر پورٹس پر رشوت لیکر کرونا کے مریضوں کو کلیئر کرنے والوں کو گرفتار کیا گیا؟ کیا تفتان میں ہونے والی غیر ذمہ داری پراپکشن لیا گیا؟ مجرموں کا تعین کیا گیا؟ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ زائرین کا نام لیکر وہ دہشت گرد پاکستان واپس لائے گئے جو عراق اور شام میں جا کر لڑ رہے تھے؟ اور آخر میں ملک عزیز پاکستان میں دانستہ نادانستہ طور پر کرونا وائرس پھیلانے والوں کو قومی مجرم قرار دیکر سرعام سزائے موت دی جائے کیونکہ آپ سوچیں اگر اس ملک میں کرونا وائرس کی وبا نہ پھیلتی تو نہ ہی ملکی معیشت کو نقصان پہنچتا، نہ ہی لاک ڈاؤن کی اذیت سے عوام کو گزرنا پڑتا اور نہ ہی مزدور طبقہ بیروزگاری کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا اور یہ جو خوف ہے کہ پتا نہیں کتنی دفعہ لاک ڈاؤن برداشت کرنا پڑے گا۔

## بچے اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ بچے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہیں، خود قرآن نے ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ (الفرقان: 74) اور اللہ تعالیٰ نے دو اولوالعزم پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کے سلسلہ میں ذکر فرمایا کہ انہوں نے خدا سے اولاد کے لیے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا۔ (الصافات: 100-مریم: 5) اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی خواہش انسان کی ایک فطری اور جائز خواہش ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو انسان کے لیے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنایا ہے، بچوں کے بغیر کسی خوب صورت اور جاذب قلب و نظر سماج کا تصور بھی ممکن نہیں، اسلام نے جیسے سماج کے مختلف طبقات کے حقوق اور واجبات متعین کیے ہیں؛ اس طرح بچوں سے متعلق ان کے سرپرستوں اور سماج کے فرائض کی بھی راہ نمائی کی ہے، بچوں سے متعلق اسلام کا پہلا سبق یہ ہے کہ انسان دنیا میں نئے انسان کی آمد پر خوش ہو، نہ کہ غمگین اور فکر مند، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام (ہود: 69-71) اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام (آل عمران: 29) کی پیدائش کی اطلاع دی تو اس کو ”خوش خبری“ سے تعبیر فرمایا گیا، بچوں کی پیدائش خوشی کی بات ہے، اس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی کوئی تفریق نہیں، اسلام سے پہلے لوگ لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہوتے اور اس کو اپنے لیے باعث عار تصور

کرتے تھے قرآن مجید نے اس کو کافرانہ طریقہ قرار دیا ہے اور اس کی مذمت فرمائی ہے۔ (الزخرف: 17)

کیوں کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے لیے لڑکے زیادہ مفید ہوں گے یا لڑکیاں؟ اور کون مشکل وقتوں میں اس کے کام آئے گا؟۔

بچوں کا سب سے بنیادی حق ان کے زندہ رہنے کا حق ہے، ہندوستان نے بچوں کے حقوق پر منعقدہ کنونشن کے دستاویز پر دستخط کیا ہے، اس میں پہلا حق یہی ہے اسلام نے جس طرح اس حق کی رعایت رکھی ہے شاید ہی اس کی مثال مل سکے، عام طور پر بچہ کا قانونی وجود اس وقت مانا جاتا ہے جب اس کی پیدائش ہو چکی ہو، لیکن اسلام کی نگاہ میں جس روز ماں کے رحم میں تخم انسانی نے قرار پکڑا اسی دن سے وہ ایک قابل احترام اور لائق حفاظت انسان ہے؛ اسی لیے اسلام کی نظر میں اسقاطِ حمل جائز نہیں، بچہ کی پیدائش کے بعد اس کی حفاظت اور بقا کا انتظام نہ صرف والدین اور سرپرست، بلکہ پوری انسانی برادری کا فریضہ ہے، اسی مقصد کے لیے شریعت نے ماں پر یہ اخلاقی حق رکھا ہے کہ وہ بچوں کو دودھ پلائے۔

قرآن مجید نے ایک سے زیادہ مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے، اس لیے میڈیکل سائنس میں یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے زیادہ مفید کوئی غذا نہیں، پھر جب تک بچے اس لائق نہ ہو جائیں کہ خود کسب معاش کر سکیں اس وقت تک بچوں کی کفالت والدین اور والدین نہ ہوں تو دوسرے قریبی رشتہ داروں پر رکھی گئی ہے۔ ماں باپ کے لیے یہ روایتیں رکھا گیا کہ وہ نابالغ بچوں کو مزدوری پر لگائیں اور اپنی ذمہ داری سے پہلو تہی برتیں۔ (الدر المختار مع الرد: 5/337)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرپرستوں کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ بچوں کے معاملہ میں ایثار سے کام لیا جائے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا نے ہر شخص کے لیے مجھ سے پہلے جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے، لیکن میں قیامت کے روز اپنی داہنی طرف ایک عورت کو جنت کے دروازے کی سمت دوڑتے ہوئے دیکھوں گا، کہوں گا کہ اسے کیا سوجھی کہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہے؟ مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ ایک خوب صورت بیوی تھی، اس کی یتیم لڑکیاں تھیں، اس نے اپنی ساری خوب صورتی ان لڑکیوں کی تربیت کی بھینٹ چڑھا دی، یہاں تک کہ لڑکیاں

جو ان ہو گئیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر دانی کی، اس کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ (کنز العمال) سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی تاکید فرمائی وہ بچوں کی تعلیم اور ان کی تربیت ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اسلام بچوں کی جبری تعلیم کا بھی قائل ہے تو بے جا نہ ہوگا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کے لیے تحصیل علم کو فرض قرار دیا ہے۔ (ابن ماجہ عن انس)۔

ظاہر ہے کہ فرائض میں ضرورت بڑھنے پر جبر سے بھی کام لیا جاسکتا ہے، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ایک عنوان کے تحت ثابت کیا ہے کہ پانچ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہونا چاہیے۔ (بخاری، باب الاغتباط فی العلم والحکم) ”تعلیم“ میں دین کی تعلیم بھی داخل ہے کہ بقدر ضرورت علم دین حاصل کیے بغیر نہ انسان اپنی دنیا کو بہتر بنا سکتا ہے اور نہ آخرت سنور سکتی ہے، اس لیے ایسے علم کا حصول بھی ضروری ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی معاشی ضروریات کو پوری کر سکے اور ایک باعزت اور خوددار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا اس کے لیے ممکن ہو، قرآن مجید نے اس کے لیے ایک جامع تعبیر اختیار کی ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے بچاؤ ﴿فَوَ أَنفُسِكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (التحریم: 6) بچوں کو دوزخ سے بچانے کے لیے دین کی تعلیم تو ضروری ہے ہی، طریقہ معاش کی بھی تعلیم ضروری ہے، تاکہ وہ جائز طریقہ پر اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں اور غیر سماجی طریقہ اختیار کرنے پر مجبور نہ ہوں۔

بچوں کی تعلیم اسلام کی نگاہ میں کس درجہ اہم ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ گواصولی طور پر بالغ ہونے کے بعد بچوں کی کفالت باپ پر واجب نہیں، سوائے اس کے کہ وہ معذور ہوں، لیکن اگر لڑکے حصول تعلیم میں مشغول ہوں اور والدین ان کے اخراجات ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تو پھر ان کا نفقہ بھی واجب ہے، اسی طرح فقہانے طلبہ کے لیے زکوٰۃ کو جائز قرار دیا اور بعض اہل علم نے ان کو بھی قرآن مجید کے بیان کیے ہوئے مصارف زکوٰۃ ”فی سبیل اللہ“ کے زمرہ میں رکھا ہے، بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت بھی ضروری ہے، تربیت ہی دراصل انسان کو انسان بناتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق و آداب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔ (ترمذی، باب ماجاء فی ادب الولد) اور ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اپنے بچوں کو تہذیب اور شائستگی سکھاؤ (ابن ماجہ، باب برالوالد الخ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انسانی نفسیات کے عارف اور رہبر تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں راہ نمائی فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر نہایت جامعیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے ان حقوق کا ذکر فرمایا جو والدین پر ہیں، ارشاد ہوا: ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور نہلایا دھلایا جائے، تیرہ سال میں نماز اور روزہ کے لیے سرزنش کی جائے سولہ سال کی عمر میں باپ اس کی شادی کر دے پھر اس کا ہاتھ پکڑے اور کہے میں نے تجھے اخلاق سکھا دیے تعلیم دے دی اور تمہارا نکاح کر دیا، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ تو دنیا میں میرے لیے فتنہ کا یا آخرت میں عذاب کا باعث بنے۔ (مسند احمد، ابن حبان عن انس)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ اور ارشادات کے ذریعہ ہمیں بچوں کی تعلیم و تربیت کے طریقوں سے بھی آگاہ فرمایا، اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ بچوں کے مزاج اور موقع محل کو دیکھتے ہوئے کبھی نرمی اور کبھی سختی کا معاملہ کیا جائے بے جا تشدد اور ہر وقت سخت گیری فائدہ کم اور نقصان زیادہ پہنچاتی ہے، اس لیے اصل میں بچوں کے ساتھ شفقت مطلوب ہے، حضرت انس راوی ہیں کہ میں نے کسی شخص کو بال بچوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شفیق نہیں دیکھا (مسلم)۔

ایک بار حضرت اقرع بن حابس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین کا بوسہ لے رہے ہیں، حضرت اقرع نے کہا میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی ان کا بوسہ نہیں لیا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت کچھ اپنے ہی بچوں کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ دوسروں کے بچوں کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی شفقت اور بے تکلفی کا معاملہ فرماتے۔

جب سفر میں جاتے یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینے سے جو بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے آگے تک جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بیٹھا لیتے۔

بچوں کے ساتھ ہمیشہ بے احترامی اور حوصلہ شکنی کا رویہ بہتر نہیں، ان کے مزاج اور نفسیات کا لحاظ ضروری ہے، جہاں حد سے زیادہ سختی بچوں کی تربیت کے لیے مضر ہے، وہیں یہ بھی روا نہیں کہ جہاں تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہو وہاں بھی اپنے آپ کو مہر بہ لب رکھا جائے، اس سے بچوں کی تربیت نہیں ہو پاتی اور ان میں بدتہذیبی کارخان بڑھتا جاتا ہے۔

بعض بچوں میں اپنی ہر ضد کو پورا کرنے کا مزاج بن جاتا ہے، یہ بات بچوں کے مستقبل کے لیے بہت ہی نقصان دہ ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ضرورت بچوں کی تنبیہ کا بھی حکم دیا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچے دس سال کے ہو جائیں اور نماز پڑھنے میں کوتاہی کریں تو ان کی کسی قدر سزائش بھی کی جائے۔ (ترمذی: 1/93)

اسی لیے فقہانے والدین کو بال بچوں کی اور اساتذہ کو طلباء کی مناسب حد میں رہتے ہوئے تادیب اور سزائش کی اجازت دی ہے، بچوں کے لیے دعا خیر بھی ان کا ایک حق ہے، اپنے بچوں کے لیے بھی اور قوم کے بچوں کے لیے بھی، کیوں کہ دعا بہر حال اثر رکھتی ہے، قرآن مجید میں بعض انبیاء کی دعائیں ذکر کی گئی ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کی صالحیت اور حق پر استقامت کا ذکر آیا ہے۔

اس سلسلہ میں مشہور محدث اور صاحب دل امام عبداللہ بن مبارک کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ اپنی ابتدائی زندگی میں گانے بجانے اور عیش و عشرت میں مست رہتے تھے، یہاں تک کہ شراب بھی منہ سے لگ گئی تھی، آپ کے والدین کو اس پر بڑی کڑھن تھی اور دن رات رورو کر اللہ سے دعائیں کرتے تھے، اسی درمیان جب ایک دن عیش و نشاط کی بزم آراستہ تھی اور شراب کا دور چل رہا تھا کہ آپ کی آنکھ لگی گئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوب صورت باغ ہے، جس میں ایک ٹہنی پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس آیت کو پڑھ رہا ہے۔

ترجمہ: ”کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں۔“ (الحديث: 16)

امام عبداللہ بن مبارک بے چین ہو کر اٹھے، ان کی زبان پر تھا کہ خدایا! وہ وقت آ گیا، پھر تو اسی

وقت جام چکنا چور کر دیے، رنگین کپڑے اتار پھینکے، غسل کیا اور خدا کے حضور توبہ کی، یہاں تک کہ علم و معرفت کے اُفق پر خورد شید بن کر چمکے کہ شاید ہی کوئی محدث اور فقیہ ہو، جس نے ان کی علمی عظمت اور فضل و تقویٰ کا اعتراف نہ کیا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ یہ والدین کی دعا کا اثر تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ مشینی دور میں بچوں کو سرپرست اپنا وقت نہیں دے پاتے، جو بچوں کے لیے سب سے اہم ضرورت ہے، وہ باپ اور بزرگوں کی سچی محبت سے محروم ہیں اور بچوں کی تربیت کے پہلو پر بے توجہی عام ہے، کتابوں کی دکانوں پر ایسی کتابوں کی بھرمار ہے جس سے بچوں کے اخلاق بگڑتے ہیں، لیکن ایسا لٹریچر مقدار اور معیار کے اعتبار سے بہت کم ہے، جو بچوں کی فطری اور اخلاقی تربیت کا سرسامان ہو، دوسرے ذرائع ابلاغ بھی بچوں میں تعمیری رجحان پیدا کرنے کے بجائے تخریبی اور غیر اخلاقی میلان پیدا کرنے کا کام کر رہے ہیں۔

اس لیے بچوں کا حق صرف یہ نہیں کہ ان کے لیے خورد و نوش کا انتظام کر دیا جائے، بلکہ ان کے لیے اصل کرنے کا کام یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کو معلم اخلاق بنایا جائے اور لوگوں کو یہ بات سمجھائی جائے کہ بچوں کے لیے کمانا ہی سب کچھ نہیں، بلکہ بچوں پر اپنے وقت کا صرف کرنا بھی بنیادی اور اہم ہے اور ان کو اس سے محروم رکھنا ان کے ساتھ نا انصافی اور حق تلفی ہے۔

## سوانح حضرت حاجی عبدالواہاب صاحب

مرتب: مولانا ذوالکفل

استاد جامعہ دارالتقویٰ لاہور

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالواہاب صاحب کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی و ملی سانحہ ہے اور یہ ایسا غلام ہے جو شاید کبھی پر نہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال و واقعات جمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحب کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بھمدھ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط وار شائع کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی

حضرت حاجی صاحب کا حضرت مدنی سے بھی جوانی کے زمانے سے ہی تعلق ہو گیا تھا حاجی صاحب اور حضرت مدنی کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا یہاں حاجی صاحب کا ایک خط اور حضرت مدنی کا جواب پیش خدمت ہے۔ جو کہ مکتوبات شیخ الاسلام سے بڑی متبع اور تحقیق کے بعد لیا گیا ہے۔

مکتوب محترم عبدالوہاب گمتھلوئی  
مکرمی جناب مولانا صاحب زاد عنایتکم،  
السلام علیکم!

بعد آداب مسنون کے عرض ہے کہ مجھے یہ خیال بہت دنوں سے گھیرے ہوئے تھا کہ کیا ہم کانگریس میں شامل ہو کر ہی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ علیحدہ ہو کر اس عظیم کام کو سرانجام نہیں دے سکتے اور کیا ہندوؤں کی قیادت میں ہی حصول آزادی کے لیے کوشش کر سکتے ہیں۔ جب آج میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مضمون پڑھا تو مجھ پر کھلی طور پر یقین طاری ہو گیا کہ مسلمان اگر غیر مسلم کی قیادت میں کوشش کریں گے وہ بے سود ثابت ہوگی، اگر کچھ کامیابی بھی ہوئی تو وہ بھی سطحی ہوگی اور اسلام کے اصولوں کے خلاف ہوگی، لیکن میرے دماغ میں اس وقت یہ خیال آیا کہ جب ہمارے سب علماء کانگریس میں شامل ہو گئے ہیں تو ہم کیونکر پیچھے رہ سکتے ہیں۔

لیکن شامل ہونے سے پہلے میں نے سوچا کہ پہلے پہل مجھ کو وجہ تو معلوم ہونی چاہئے جس کی وجہ سے ہمارے مقتدر علماء کانگریس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ ازراہ نوازش یہ بتا کر کہ آپ سب حضرات کانگریس میں کیوں شامل ہوئے اور کیوں علیحدہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ہندوؤں سے آگے بڑھ کر حصول آزادی کے لیے کوشش کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ضرور ممنون و شکر گزار ہونے کا موقع عنایت فرمائیں گے۔ عین نوازش ہوگی، میری اپنی حقیر رائے یہ ہے کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جس شکل سے بھی جمع ہو سکیں، جمع ہو کر کے جنگ آزادی لڑیں اور پھر دوسری اقوام ہمارے پیچھے چلیں اور ہر کام میں ہم ہی پیش پیش ہوں۔ مجلس احرار، مسلم لیگ، جمعیت علمائے ہند کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے: مسلمانان ہند کو بحیثیت مجموعی ہندوستان میں آبرو مندانہ اور خود مختارانہ زندگی بسر کرنے کے قابل بنایا جائے اور ان کے جائز حقوق اور مفاد کی حفاظت کے ساتھ سیاسی، ترقی کے لیے میدان وسیع کیا جائے۔ جب ایک ہی مقصد ہے تو یہ نفاق و اختلاف کی خلیج اتنی وسیع کیوں ہے۔ یہ جو خلیج اتنی وسیع تر ہوتی جا رہی ہے اس کے روکنے کی تدبیر کیوں معرض وجود میں لایا نہیں جاتا۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا مضمون ساتھ ہی بھیج رہا ہوں، مہربانی فرما کر جواب دے کر ضرور ممنون و

مشکور فرمائیں گے۔ (احقر عبدالوہاب مٹھلوی)

حضرت مدنی کا جواب

محترم المقام: زید مجرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والانامہ باعث سرفرازی ہوا، میں نہایت عدیم الفرصت ہوں، آپ کا مضمون تفصیل طلب ہے، کاش اگر کوئی ملاقات کا موقع ہوتا تو تبادلہ خیالات کی پوری صورت ہو سکتی، تحریر بہت زیادہ طول چاہتی ہے، جس کی فرصت نہیں، مودودی صاحب کا مضمون احوال حاضرہ کے ہوتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا۔

میرے محترم! کوئی ایسا مسلمان نہ ہوگا، جو کہ مسلم راج کا طالب اور خواہش مند نہ ہو، جیسے کہ کوئی ہندو اور سکھ اور کوئی پارسی اور عیسائی ایسا نہ پایا جائے گا، جو اپنے مذہب اور قوم کی حکومت کا خواہش مند نہ ہو، مگر اس کے نصب العین اور قلبی خواہش سے روکنے والے گرد و پیش کے احوال ہوا کرتے ہیں، اگر احوال مساعد ہوتے تو یہ ہندوستان کی چھ سو برس کی مسلم حکومت ہی کیوں فنا ہوتی، اور کیوں مسلمانوں کی عام پبلک غیروں کی غلام ہوتی، آج روئے زمین پر بقول نیویارک ٹائمز مسلمانوں کی مردم شماری ۷۰ کروڑ ہے۔ مگر آزاد مسلمان بمشکل چار پانچ کروڑ نکل سکیں گے، صرف ہندوستان ہی کے مسلمان غلام نہیں ہیں، بلکہ تمام بر اعظم افریقہ اور یورپ اور اکثر حصہ ایشیا کے مسلمان مجبور، مقہور اور غلام اغیار ہیں اور جہاں یہ آزاد بھی ہیں، وہاں بھی حکومت الہیہ بمطابق مودودی صاحب کے تقریباً معدوم ہی ہے۔

ہندوستانی مسلمان تو سب سے زیادہ مجبور و مقہور ہیں، ادھر تو حکومت اعداء اللہ کی ہے ہی، ادھر غیر مسلم اکثریت جس نے ہر طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اکثریت غیر مسلم بھی معمولی نہیں ہے (فیصدی ۷۵) تمام ہندوستان میں غیر مسلم ہیں، اور فیصد ۲۵ مسلمان ہیں، علاوہ تفرق ظاہری و باطنی کے ان کی خواہشات اور ڈیوانڈ اینڈ رول نے وہ تشت پیدا کیا ہوا ہے کہ الامان اور الحفیظ، پھر اس پر ان کا فقر و فاقہ، افلاس و اندام اسلحہ وغیرہ اور بھی ان کو بے بس کئے ہوئے ہیں، مگر اس پر بھی علماء کی جماعت نے بار بار ازمہ سابقہ میں کامیابی کی انتہائی کوشش کی، مگر سوائے ناکامی کچھ ہاتھ نہ آیا، حضرت سید احمد صاحب شہید اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما نے کیا کچھ نہیں کیا، مگر کیا ہوا، ۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اور مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی نے کیا کیا نہیں کیا، مگر کیا ہاتھ آیا، ۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہند

رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا نہیں کیا، مگر کیا پیش آیا۔

محترم! سیاسیات صرف فلسفیات سے انجام نہیں پاتیں، بلکہ تاریخ بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔ مجبوریوں اس اہول البلیتین کی طرف کھینچ کر لاتی ہیں اور لائی ہیں، مذہب اسلام بھی احوال کی بنا پر احکام کو بدلواتا ہے، احوال گرد و پیش سے چشم پوشی ہلاکت اور خودکشی ہے، آج ہم اگر تشدد پر قادر ہوتے تو کہا جاسکتا کہ مسلم اقلیت اپنے مقاصد پر کامیاب ہو جائے گی، مگر یہ چیز ناممکن ہو گئی، آئین تحریک میں اگر کامیابی طلب کی جائے گی تو بغیر اشتراک عام آدمی اور صورت ہی کیا ہو سکتی ہے، آج ہر ہر قدم انگلستان سے یہی راگ الاپا جا رہا ہے کہ ہندوستانیوں کو آزادی صرف اس وجہ سے نہیں دی جاسکتی کہ وہ آپس میں متحد نہیں ہیں، نہ مذہبیات میں ہیں؟ سیاسیات، میں ایک جماعت اگر مکمل آزادی کی خواہش مند ہے تو دوسری ڈومینیں اسٹیس کی، تیسری برطانوی راج کی، چوتھی رام راج کی، پانچویں ڈیموکریسی کی، چھٹی بالشویزم کی وغیرہ وغیرہ۔ ان میں آپس میں فرقہ وارانہ جذبات کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ گائے اور باجا پر روزانہ خون کی ندیاں بہا کرتی ہیں، اگر ہمارا ظل عاطفت ان سے اٹھ جائے گا تو ہندوستان جہنم نشان بن جائے گا۔

آئے دن کے واقعات استدلال میں پیش کیے جاتے ہیں اور پھر اپنی مقصد برآری کے لیے تمام ہندوستانیوں کو خود مسلم ہوں یا غیر مسلم، اس طرح پیسا جاتا ہے کہ تمام ہندوستان قالب بے جان ہو کر رہ گیا، فقر و فاقہ کا چاروں طرف طوفان پھا ہے، بے کاری اور بے روزگاری کی گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور اپنے سخت اندھیروں سے سب کو برباد کر رہی ہیں۔

تجارت، زراعت، حکومت، ملازمت، دین و دولت سب کو ہی برباد کیا گیا ہے، اور کیا جا رہا ہے، ہندوستان کے چشمہ ہائے زندگی و سرمایہ داری اپنے قبضے میں کر کے ہندوستانیوں کو مفلوج بنا دیا گیا ہے، نہ مفاد عامہ ان کے ہاتھ میں ہیں، نہ مفاد خاصہ، پس اگر بالفرض اٹھ کر کروڑ مسلمان سب کے سب یک جان اور متعدد قالب بھی ہو جائیں تو کیا وہ اپنی متفقہ آواز سے بھی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور جس چیز کو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں، اس کے ذریعے سے اس غلامی کی لعنت سے گلو خلاصی ہو سکتی ہے اور کیا پر دیسی آہنی پنچہ گو یہ اتفاق اور اتحاد اگر پیدا ہو بھی گیا، توڑ سکتا ہے اور کیا اس کے ذریعے سے ملک کی اندرونی فتنے صرف اس کی وجہ سے مندرج ہو سکتے ہیں، عالم اسباب میں اسباب و ذرائع لغو نہیں کئے جاسکتے نہ شریعت

نے اس اعتراض کو روا رکھا ہے اور نہ عقل اور تاریخ اس کی اجازت دیتی ہے۔

اگر امامت کے یہی معنی ہیں اور غیر مسلم کی امامت مسلمانوں کے لیے ناجائز اور حرام ہے، تو میونسپل بورڈوں ڈسٹرکٹ بورڈوں، اسمبلیوں، کونسلوں، تجارتی، صنعتی، انتظامی بورڈوں وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت ہندوستان میں بالکل حرام ہونی چاہئے، کیونکہ اکثر ان سب کا پریسڈنٹ اور سیکرٹری غیر مسلم ہوتا ہے، علی ہذا القیاس! جملہ شعبہ ہائے حکومت کو خواہ وہ فوجی ہوں یا انتظامی، علمی ہوں یا صنعتی، مالی ہوں یا تجارتی وغیرہ وغیرہ۔ سب کی ملازمت بہر نوع ممنوع اور حرام ہوگی، کیونکہ ان سب کا امام غیر مسلم ہے، وہ جو قانون چاہتا ہے بناتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے چلاتا ہے، تمام ملازموں کو اسی کے حکم پر چلنا پڑتا ہے، ورنہ ملازمت سے ہاتھ دھونا اور فقر و فاقہ کے مہلک گڑھوں میں تمام خاندان اور بچوں کو فنا کے گھاٹ اتارنا ہوتا ہے، صرف یہی نہیں کہ اشخاص فنا کے گھاٹ اترتے ہیں، بلکہ قوم مسلم کو ہر قسم کی بربادی گھیرتی ہے، ذرا غور فرمائیے۔ اور تفصیلی نظر ڈالیے، نیز اگر غیر مسلم کی امامت محرمہ کے یہی معنی ہیں، جو کہ مودودی صاحب بتلا رہے ہیں، تو آپ ہی بتلائیے کہ غیر مسلم ڈاکٹر کا معالجہ، غیر مسلم انجینئر اور معمار کی تعمیر، غیر مسلم منتظم کی انتظامی کارروائیاں، اس کی قیادت کے ماتحت سب کی سب ناجائز ہوتی ہیں، کیا ان سب کو قلم تحریم سے لکھ کر ممانعت کے حکم سے فنا کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو اس ملک میں فلاح اور بہبودی کی کیا صورت ہوگی۔

(جاری ہے)

## بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی مدظلہ

قسط نمبر 15

سفر نامہ وہ بیان ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجربے، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزانہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

اور آخر میں جب اندلس میں مسلمانوں کے پرچم بالکل ہی سرنگوں ہو گئے تو غرناطہ کے سقوط کے بعد مراكش اور الجزائر ہی مسلمانوں کی پناہ گاہ بنے اس دور میں بھی بجایہ مہاجرین اندلس کا ایک اہم مرکز ثابت ہوا۔ بجایہ میں ساتویں صدی ہجری میں جو مشہور علماء گزرے ہیں ان کے تذکرے پر علامہ ابوالعباس غبرینی (متوفی 704ھ) نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے:

عنوان الدرایۃ فیمن عرف من العلماء فی الممالک السابغیۃ بجایۃ

یہ کتاب استاذ راجح بونار کی تحقیق کے ساتھ الجوزائر ہی سے شائع ہو گئی ہے۔

بجایہ میں ہمارا قیام ”فندق الحمادین“ میں ہوا۔ یہ ہوٹل شہر بجایہ سے تقریباً پانچ میل دور بحر متوسط

کے بالکل کنارے پر واقع ہے۔ بجایہ کی چھوٹی سی بندرگاہ جس ساحل پر واقع ہے وہاں سے یہ ساحل جنوب مغرب کی طرف ایک ہلالی نیم دائرہ بناتا ہوا چلا گیا ہے اور پھر جنوب کی طرف مڑ کر سیدھا ہو گیا ہے اس ساحل کے ساتھ ساتھ ایک ساحلی سڑک حد نظر تک چلی گئی ہے جس کے مغرب میں سرسبز و شاداب پہاڑوں کا سلسلہ ہے اور مشرق میں بحر متوسط پوری آب و تاب کے ساتھ بہ رہا ہے فندق الحمد مدین اسی ساحلی سڑک پر واقع ہے اس کے کمروں کی کھڑکیاں سمندر کے کنارے کھلتی ہیں اور کمرے کی اندرونی فضا ہر وقت موجوں کے دلاویز ترنم سے معمور رہتی ہے۔

میں اپنے کمرے میں پہنچا تو اس وقت مشرقی دروازے سے جو ایک چھوٹے سے برآمدے میں کھلتا ہے بحیرہ روم کا حسین منظر سامنے تھا حد نظر تک بحیرہ روم کی نیلگوں موجیں کروٹیں لیتی دیکھائی دے رہی تھیں، خیال آیا کہ یہاں سے بالکل سامنے انہی موجوں کے اس پار اندلس کا ساحل پھیلا ہوا ہے اور اس سمندر نے صدیوں اندلس کے مسلمانوں کو مشرقی ممالک سے ملانے کا فریضہ انجام دیا ہے اور یہیں پر برسوں ان فاتحین کی تگ و تاز جاری رہی ہے جن کے نعرہ ہائے تکبیر کی گونج سے اس فضا کا ہر ذرہ معمور تھا۔

## کانفرنس

مندوبین کا قیام اس فندق الحمد مدین میں تھا لیکن کانفرنس یہاں سے تقریباً چھ میل دور شہر بجایہ کے ٹاؤن ہال میں ہو رہی تھی یہ کانفرنس الجزائر کی وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام ہر سال منعقد کی جاتی ہے اور اس کا مستقل نام "ملتقی الفکر الاسلامی" ہے اس سال اس کے لئے موضوع تھا "الاسلام والغزو الثقافي" ہے۔ اس موضوع کے مختلف گوشوں پر اظہار خیال کے لئے عالم اسلام سے معروف اہل علم اور اہل فکر کو دعوت دی گئی تھی، کانفرنس مسلسل آٹھ روز جاری رہی۔ سامعین میں یونیورسٹی اور کالجوں کے طلبہ کو بطور خاص مدعو کیا گیا تھا، ہر مقالہ کے بعد طلبہ اس مقالے سے متعلق سوالات کرتے اور مقالہ نگاران کا جواب دیتا تھا احقر نے اس کانفرنس کے لئے "ثقافتی جنگ بذریعہ نظام تعلیم" کے زیر عنوان ایک مقالہ لکھا تھا لیکن جب میرے مقالے کا وقت آیا تو میں نے بہ چند وجوہ مقالے کے بجائے فی البدیہہ تقریر مناسب سمجھی۔

اول تو مقالہ پورا پیش کرنے کا موقع نہیں تھا، ہر مقالہ نگار کو بمشکل دس دس منٹ دیئے جا رہے

تھے اس لئے اس مختصر وقت میں اس اہم موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ممکن نہیں تھا دوسرے مقالے چھپ چھپ کر حاضرین میں تقسیم ہو رہے تھے اس لئے جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ طبع ہو کر سب کے سامنے پہنچ ہی جاتی، تیسرے میں نے دیکھا کہ حاضرین پاکستان کے حالات جاننے کے مشتاق تھے اور مختلف نشستوں کے درمیان گفتگو سے احقر نے محسوس کیا کہ نہ صرف الجزائر کے لوگ بلکہ دوسرے ملکوں کے نمائندے بھی پاکستان کے قیام اور یہاں نفاذ شریعت کی کوششوں سے بہت کم واقف ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑی حیرت اور اشتیاق کے ساتھ سنتے ہیں اس کے علاوہ ہر نشست کے بعد طلبہ ملتے تو پاکستان کے حالات دریافت کرتے اور بعض طلبہ نے تو صراحتاً فرمائش بھی کی کہ آپ کا خطاب پاکستان کے بارے میں ہو تو زیادہ بہتر ہے اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ الجزائر میں نفاذ شریعت کے لئے ایک خاموش تحریک کام کر رہی ہے اور وہاں ابھی تک وہ مسائل موضوع بحث ہیں جن سے بفضلہ تعالیٰ ہم پاکستان میں فارغ ہو چکے ہیں مثلاً یہ کہ موجودہ معاشرے میں شراب بندی ممکن اور مناسب ہے؟ الجزائر پر ابھی تک فرانسیسی استعمار کے اثرات باقی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ آزادی کے بعد یہاں حکومتی سطح پر اسلام کے نفاذ سے زیادہ اشتراک کے قیام پر توجہ دی گئی ہے اب رفتہ رفتہ حالات کچھ بہتر ہو رہے ہیں لیکن ماضی کے اثرات کا عالم یہ ہے کہ بڑے شہروں میں قدم قدم پر شراب خانے موجود ہیں جن میں کھلم کھلا شراب نوشی ہوتی ہے ایسے ماحول میں اگر کہیں سے اس ام الخبائث کے خلاف آواز اٹھتی ہے تو اسے ناقابل عمل سمجھا جاتا ہے۔

اس طرح ابھی تک وہاں اس قسم کے مسائل بھی زیر بحث ہیں کہ کیا اس دور میں حدود شریعہ کا نفاذ ممکن یا مناسب ہے؟ کیا بینک کا سود ربوہ ہے یا نہیں؟ قابل شکر بات یہ ہے کہ نوجوانوں میں غیر معمولی دینی شعور بیدار ہو رہا ہے اور وہ بہت سی رکاوٹوں کے باوجود لادینی رجحانات کا جم کر مقابلہ کر رہے ہیں لہذا پاکستان میں نفاذ شریعت کی طرف جو تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی ہے وہ ہماری نظر میں کم سہی لیکن الجزائر کے حالات کے پیش نظر بہت قابل لحاظ ہے اور احقر نے محسوس کیا کہ اس ماحول میں پاکستان کے عملی تجربات کا تذکرہ انشاء اللہ زیادہ مفید اور ہمت افزائی کا موجب ہوگا اور یہاں کے دینی حلقوں کے ہاتھ مضبوط کرے گا۔

چنانچہ احقر نے اپنے خطاب میں مختصراً ہندوستان میں انگریزی استعمار کی تاریخ، اس کے اثرات

کے خلاف تحفظ دین کے لئے علماء کرام کی جدوجہد، قیام پاکستان اور اس کے داعیوں کے درمیان جو کشمکش رہی اس کے حالات بیان کئے اور پھر 1977ء کے بعد سے ملک میں نفاذ شریعت کے سلسلے میں جو کام ہوئے ان کی تفصیل بتائی۔

ان حالات کو سن کر حاضرین بالخصوص طلبہ کا جوش و خروش قابل دید تھا بات بات پر وہ اپنی تحسین و آفرین کا اظہار کرتے یہاں تک کہ جب میں نے پاکستان میں شراب بندی اور پی آئی اے کی پروازوں میں شراب کی ممانعت کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ اس ممانعت سے قبل ہمیں بعض حلقوں کی طرف سے اعداد و شمار پیش کر کے ڈرایا جا رہا تھا کہ اس قانون کے نتیجے میں ملکی آمدنی کتنی کم ہو جائے گی؟ اور ایئر لائنز کو کس قدر خسارہ ہوگا؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے یہ قدم اٹھایا گیا تو یہ سارے اوہام ہوا میں اڑ گئے اور بحمد اللہ ایئر لائنز کو خسارے کے بجائے پہلے سے زیادہ نفع ہوا تو طلباء جوش مسرت میں اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے اور دیر تک ہال تالیوں اور نعروں سے گونجتا رہا۔

تقریب کے بعد کانفرنس کے مندوبین اور طلبہ دونوں ہی بڑے اشتیاق کے ساتھ ملتے رہے اور اب تک پاکستان کے حالات سے ناواقف ہونے پر اپنے افسوس کا بھی اظہار کرتے رہے اگرچہ احقر نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم نے اس طویل مدت میں نفاذ شریعت کی سمت میں جتنا سفر طے کیا ہے وہ باقی ماندہ سفر کے مقابلے میں بہت کم ہے اور ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے لیکن ان حضرات کی نظر میں یہ تھوڑا سا سفر بھی بہت حوصلہ افزاء تھا بہت سے لوگ دعائیں دیتے رہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو تمام دشمنوں سے محفوظ رکھے اور نفاذ شریعت کے راستے میں اسے عالم اسلام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میں سوچ رہا تھا کہ اسلام کے نام پر ان تھوڑے سے اقدامات کے نتیجے میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی پاکستان سے محبت کا یہ عالم ہے تو اگر ہم واقعتاً پورے طور پر اپنے نظام زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیں تو پاکستان کے ساتھ ان مسلمانوں کی واہمیت کا کیا عالم ہوگا؟۔ (جاری ہے)

## تصانیف: حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالواحد صاحب<sup>رحمہ</sup>

تبصرہ: مفتی شعیب احمد صاحب

دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ لاہور

### تحفہ خیر خواہی

دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور (۱۴۱۷ھ)، صفحات: ۵۰

(ایکس کیپٹن) ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے اپنے جوش تحقیق اور ناقص علم اور سوائے فہم کی بنیاد پر ”توحید“ کے عنوان سے امت میں انتشار کا ایک دروازہ کھولا، جس میں عذاب قبر کے جسمانی ہونے کا انکار، عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار، دعائیں وسیلہ کا انکار اور تعویذات کے علی الاطلاق شرک ہونے اور پھر تصوف و احسان کے سلسلوں کو گمراہی کے علمبردار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی غلو درغلو پر مشتمل فکر کا نتیجہ ہے کہ ان کے ماننے والے اپنے علاوہ کسی کو مسلمان سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ (اللہ ایسے غلو سے حفاظت فرمائے۔)

ڈاکٹر مسعود عثمانی اپنے آپ کو فاضل و فاق المدارس العربیہ بھی بتلاتے تھے، یہ اور زیادہ نشان عبرت ہے کہ انسان باوجود اہل حق کے پاس علم حاصل کرنے کے جب اپنی ناقص فہم پر اعتماد کرتا ہے تو کہاں کہاں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نے کیپٹن صاحب کی تحریروں کا مطالعہ کر کے ان کے بنیادی انحرافات کی نشاندہی اور اصلاح کی کوشش اس کتابچے میں فرمائی ہے ہر بات مدلل اور باحوالہ ہے۔ جس میں اس فکر سے متاثر لوگوں کیلئے ہدایت کا وا فرسامان ہے۔

فاضل بریلوی: کردار و نظریات کا مختصر جائزہ

مطبوعہ: انجمن ارشاد المسلمین، مزنگ، لاہور (۱۳۱۷ھ)، صفحات: ۹۲

کتاب کے مقدمے میں مصنف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب ۱۲۷۲ھ میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے سوانح نگاروں کے بقول وہ بہت ذہین تھے اس لیے چودہ سال کی عمر ہی میں فتویٰ نویسی کرنے لگے۔ ہم ان کی ذہانت، وسعت علمی اور دقیقہ سنجی پر شک نہیں کرتے لیکن یہ بھی اہل حقیقت ہے کہ علم و ذہانت اور چیز ہے اور ہدایت اور تقویٰ اور چیز ہے۔ اکبری دور کے ایک عالم فیضی نے ایسی تفسیر لکھی جس میں کوئی حرف نقطہ والا استعمال نہیں کیا لیکن اس کے باوجود ہدایت سے محروم رہا۔

ہم نے جناب فاضل بریلوی کی سیرت اور ان کے افکار و احوال کا بغیر کسی تعصب کے کھلے دل کے ساتھ مطالعہ کیا۔ دوران مطالعہ ان کی سیرت اور ان کے افکار کے بعض ایسے پہلو ہمارے سامنے آئے کہ حق و انصاف اور منصفانہ تحقیق کے دامن کو تھامے ہوئے ہمیں ان کا اہل سنت میں سے ہونا صحیح نہ معلوم ہوا۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ تاریخ اور فن رجال سے دلچسپی رکھنے والوں کی نظر میں کچھ ایسے گوشے ظاہر کر دیں کہ وہ خود بھی ان کی سیرت و کردار اور ان کے افکار کی حیثیت کی تعیین کر سکیں۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ سنجیدگی و متانت اور تہذیب و تحقیق کا اجتماع کسی بھی مرحلہ میں تعصب اور محض جذباتیت سے ملوث نہ ہو اور کسی بھی لفظ کو اختیار کرنے میں حقیقت و واقعہ سے تجاوز نہ ہو۔“

فاضل بریلوی کو کچھ حضرات جمہور اہل السنۃ کے متفقہ امام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور یہ باور کراتے ہیں کہ صرف علمائے دیوبند ان کے مخالف ہیں باقی تو گویا ساری امت اور برصغیر ان کی امامت و زعامت پر متفق ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ خود ان کے احترام والے حلقے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو ان کی خصوصی کاوشوں (تکفیر علمائے دیوبند) سے متفق نہیں ہیں۔ اسی طرح علمائے بدایوں، علمائے خیر آباد، علمائے لکھنؤ بھی ان کو بڑا ماننے کے لیے تیار نہیں۔ زیر نظر تحریر ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے اس میں عقائد و نظریات سے لے کر کردار تک کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ ویسے تو ذاتیات پر کلام کوئی

زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہوتا مگر جب کسی شخصیت کے لیے معیار (امامت و زعامت کا) بلند رکھا جائے تو اس کی ذات زیر بحث آنا لازمی بات ہے اور آئی بھی چاہیے۔ آخر انبیائے کرام علیہم الصلوٰت و التسلیمات سب سے پہلے اپنی ذات ہی تو پیش کرتے ہیں۔

### بہائی جماعت کی خدمت میں چند گزارشات

مرزا حسین علی نوری المعروف بہاء اللہ (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۲ء) نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ یہ تحریر اس کی تحریک اور مذہب سے وابستہ افراد کے لیے لکھی گئی۔

### گوہر شاہی انوکھا مذہب ہی فراڈ

یہ ایک پمفلٹ ہے جو اپنے زمانے کے ایک فتنے سے آگاہ و خبردار کرنے کے لیے سپرد قلم کیا۔ گوہر شاہی کے ماننے والے ابھی بھی کچھ نہ کچھ ہیں، یونس الگوہر نامی ایک گمراہ شخص اس کے گمراہ کن افکار کا پرچار کرتا ہے، زید حامد کی اس سے وابستگی بھی ظاہر ہو چکی ہے اس لیے ایسے فتنوں کا تعاقب وقت کی ضرورت ہے۔ نیز گوہر شاہی جن راہوں پر چل کر گمراہ ہوا وہ راستے آج بھی کھلے ہیں اور بہت سے جاہل اور گمراہ صوفی نما لوگ ان پر چلتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ تحریر سامان نصیحت ہے کہ شیطان کی چالوں کو سمجھیں اور شریعت کے راستے سے ہٹ کر ہمیشہ کا خسار اٹھائیں۔

### آغا خانیوں اور داؤدی بوہروں کے عقائد و افکار

یہ (۳۱) صفحات پر مشتمل مختصر لیکن جامع رسالہ ہے۔ ایک سابقہ آغا خانی ڈاکٹر زاہد حسین کی کتاب ”ہمارے اسماعیلی مذہب کی بنیادیں“ کا خلاصہ ہے۔ اس کتابچے میں اسماعیلی مذہب کے عقائد و افکار اور ان کی تاریخ اور اس مذہب کے تحت پیدا ہونے والے فرقوں کا تذکرہ ہے۔ اسماعیلی بھی بنیادی طور سے شیعہ تھے مگر ساتویں امام (موسیٰ کاظم) سے یہ اثنا عشریہ مذہب سے جدا ہو جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں شام کے نصیری، پاکستان کے آغا خانی اور داؤدی بوہرے اسی مذہب کی شاخیں ہیں۔ آغا خانیوں کے امام نے تو شریعت کو سرے سے معطل کر رکھا ہے چنانچہ آغا خان سوم اپنی خودنوشت سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

”میں نے عورتوں کی آزادی اور تعلیم کی ہمیشہ ہمت افزائی کی ہے۔ میرے دادا اور والد کے زمانے میں پردہ ترک کرنے کے سلسلہ میں اسماعیلی دوسرے فرقوں سے بہت آگے تھے حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جو بہت زیادہ رجعت پسند تھے، میں نے پردہ بالکل ختم کر دیا ہے۔ اب آپ کسی

اسماعیلی عورت کو نقاب ڈالے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔

جہاں تک میرے پیروؤں کے طرز زندگی کا تعلق ہے تو میری یہ کوشش رہی ہے کہ میں ان کو جو نصیحتیں کرتا ہوں جو مشورے دیتا ہوں انہیں اس ملک اور حکومت کے مطابق بدلتا رہتا ہوں جس میں وہ زندگی گزارتے ہیں۔ چنانچہ مشرقی افریقہ کی برطانوی نوآبادی میں انہیں میری یہ تاکید ہے کہ وہ انگریزی کو اپنی اولین زبان بنائیں، اپنے خاندان اور اپنی گھریلو زندگی کی بنیاد انگریزی طریقوں پر رکھیں اور شراب و تمباکو نوشی کو مستثنیٰ کر کے عام طور پر برطانوی اور مغربی رسم و رواج اختیار کریں۔“ (کتاب مذکور: ص: ۱۸)

موجودہ آغا خانیوں کی کچھ موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:

- ۱۔ نجات کے لیے امام کی معرفت اور محبت کافی ہے۔
- ۲۔ اعمال شریعت سے مکمل طور پر آزاد ہیں البتہ مصلحت و وقت کے اعتبار سے حاضر امام کے فرمان خصوصی کے تحت عمل کر لیتے ہیں۔
- ۳۔ چونکہ ان کے ہاں نماز نہیں اس لیے یہ لوگ مسجد نہیں بناتے۔ البتہ ان کے جماعت خانے ہوتے ہیں۔

۴۔ شعائر اسلامی کے پابند نہیں۔

۵۔ حاضر امام مغربی تہذیب کا نمونہ ہیں۔

۶۔ ہر عبادت کا بدل روپیہ پیسہ ہے جو حاضر امام کا حق ہے۔

۷۔ حاضر امام کا دیدار سب سے بڑی عبادت ہے۔

جبکہ بوہرے شریعت کے اعمال کے پابند ہیں البتہ جمعہ جماعت سے نہیں پڑھتے۔ عموماً تجارت پیشہ ہیں۔ دیوالی پر چراغاں کرتے ہیں اور مالیاتی سال بھی دیوالی سے شروع کرتے ہیں۔ یہ رسالہ اسماعیلی مذہب کو سمجھنے کے لیے ایک مفید کاوش ہے۔

## آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء و التحقیق

چمڑے کی جرابوں پر مسح  
سوال: کیا چمڑے کی جرابیں جن میں اونی یا گرم کپڑے کا استر ہو ان پر مسح کیا جاسکتا ہے؟  
جواب: ایسی جرابوں پر مسح کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم  
(فتویٰ نمبر: 332/10)

جنبی کا بھول کر نمازیں پڑھ لینا  
سوال: حضرت مجھ پر آج غسل واجب تھا لیکن میں نے بھول کر ساری نمازیں مسجد میں ادا کر لیں ہیں اب اس کا کیا حکم ہے؟  
جواب: اس حالت میں پڑھی گئی تمام نمازوں کو لوٹانا ضروری ہے۔

دف بجانا  
سوال: یہ جاننا مطلوب ہے کہ اسلام میں دف کا کیا حکم ہے؟ بعض نعمتیں ایسی ہیں جن کے پیچھے دف کی آواز ہوتی ہے۔ جیسے (خداوند تبارک و تعالیٰ) کیا ان کا سننا جائز ہے؟

جواب: دف کی اجازت صرف نکاح کے موقع پر ہے یا کسی ایسے موقع پر کہ جب کوئی نئی خوشی حاصل ہوئی ہو وہ بھی عورتوں کے لئے ہے۔ کیونکہ نکاح میں تشہیر مطلوب ہوتی ہے اور دف بھی تشہیر کا ایک

ذریعہ ہے۔ دف کے ساتھ نعتیں پڑھنا جائز نہیں نہ ہی ایسی نعتیں سننا جائز ہے۔ کیونکہ دف آلات لہو میں سے ہے اور نعت ایک نیک کام ہے اس کو لہو کے ساتھ ملانا اس کی بے احترامی ہے۔

لڑکیوں کا بال کٹوانا

سوال: اگر ایک باپردہ لڑکی صرف شوق کی وجہ سے بال کٹوانا چاہے دکھاوے کے لئے بالکل بھی نہ ہو اور نہ ہی کسی نامحرم کے لئے تو یہ کسی صورت میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی باپردہ لڑکی کے لئے بھی صرف شوق کی غرض سے بال کٹوانا جائز نہیں۔

بوڑھے امام مسجد کو ریٹائر کر کے اس کا تاحیات وظیفہ مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں: کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں پچیس تیس سال امامت کروائی، اب وہ شخص بیمار ہو گئے نماز نہیں پڑھا سکتے، مسجد کی انتظامیہ والے ان کو ایک سال سے دس ہزار روپے وظیفہ دے رہے ہیں۔ اب مسجد کی انتظامیہ والے یہ چاہ رہے ہیں کہ ان کو تاحیات یہ وظیفہ جاری کر دیں۔

کیا یہ وظیفہ جاری کرنا صحیح ہے؟ جب کہ مسجد کے پاس فنڈ بھی موجود ہے۔

جواب: مذکورہ امام اگر دائمی مریض ہو گئے ہیں یا بوڑھے ہو گئے ہیں کہ خود کچھ کام نہیں کر سکتے اور آمدنی کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے تو ان کا تاحیات وظیفہ لگانا درست ہے۔ محکمہ اوقاف بھی اپنے محکمہ کے ریٹائرڈ اماموں کو پینشن دیتا ہے اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر: 341/10)

دعائے قنوت پڑھنا بھول جانا

سوال: وتر میں اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول جائیں اور رکوع میں یاد آئے تو کیا دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں؟ اور پھر رکوع میں چلے جائیں؟۔

جواب: وتر میں اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے تو زیادہ صحیح قول کے مطابق دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت نہ پڑھے اور آگے چلتا رہے اور نماز کے آخر میں واجب چھوٹ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو کر لے۔ تاہم اگر دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھ لی تو پھر بھی نماز ہو جائے

گی اور سجدہ سہواً صورت میں بھی کرنا پڑے گا۔

## آرٹیفشل انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: آرٹیفشل انگوٹھی پہن کر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور کیوں؟

جواب: 1۔ اگر انگوٹھی لوہے، پیتل، رانگ، تانبے میں سے کسی دھات کی ہو اور اس پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہوا نہ ہو تو ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ اور ناجائز لباس یا انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنے میں کراہت ہے تاہم نماز ہو جائیگی اور اگر ایسی انگوٹھی پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو (یا آرٹیفیشل انگوٹھی مذکورہ دھاتوں کے علاوہ ہے) تو ایسی انگوٹھی پہننا نہ تو مکروہ ہے اور نہ ہی اس سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے۔

(فتویٰ نمبر: 353/10)

**Long  
Lasting**

خوشبوؤں کی ہر صفت

نمازی حضرات کے لئے خاص تحفہ

الکو حل سے پاک

اسلامک پرفیومز

روحان

ایونٹس

ڈن ہل

مون نائٹ

لوبرڈ

50ML کے بعد 10ML پین 12 نئی خوشبوؤں میں بھی دستیاب ہے

ASEEL

AVENTUS

ROOHAN

DUNHIL

COOL WATER

SULTAN

LOVE BRID  
SECRET

MOON NIGHT

AMARIGE

GUCCI RUSH

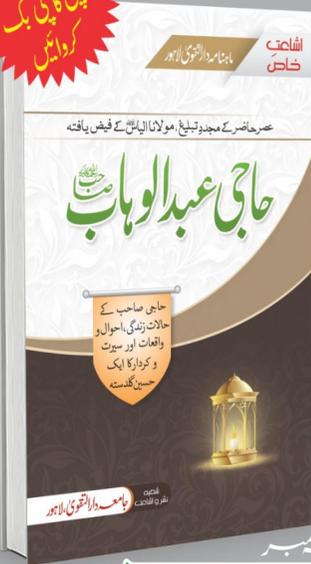
MUSK ROSE  
USMANI

TEA-ROSE

**السعيد پرفیومز**

**0333-4627912**

آج ہی اپنی کاپی بک کروائیں



اشاعت خاص

جامعہ دارالتقویٰ لاہور

عصر حاضر کے مجدد تبلیغ مولانا ابراہیم کے فیض یافتہ

حاجی عبدالوہاب

حاجی صاحب کے حالات زندگی احوال و واقعات اور سیرت و کردار کا ایک حسین گلدستہ

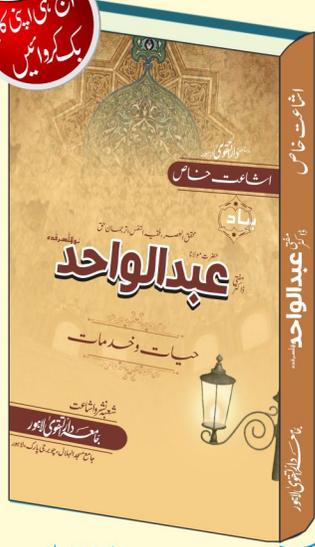
جامعہ دارالتقویٰ لاہور

رابطہ نمبر

اوقات کار  
صبح 10 تا 2 عصر

0304-4167581

آج ہی اپنی کاپی بک کروائیں



اشاعت خاص

جامعہ دارالتقویٰ لاہور

رابطہ نمبر

اوقات کار  
صبح 10 تا 2 عصر

0304-4167581

ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے والا

تریبی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی موثر تشہیر کے لئے ماہنامہ دارالتقویٰ کا انتخاب کریں



کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر

روزانہ حدیث کا سلسلہ جاری ہے  
آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔



اپنے واٹس ایپ سے TAQWA روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

042-37414665 darultaqwa.online@gmail.com  
www.darultaqwa.org /jamiadarultaqwa

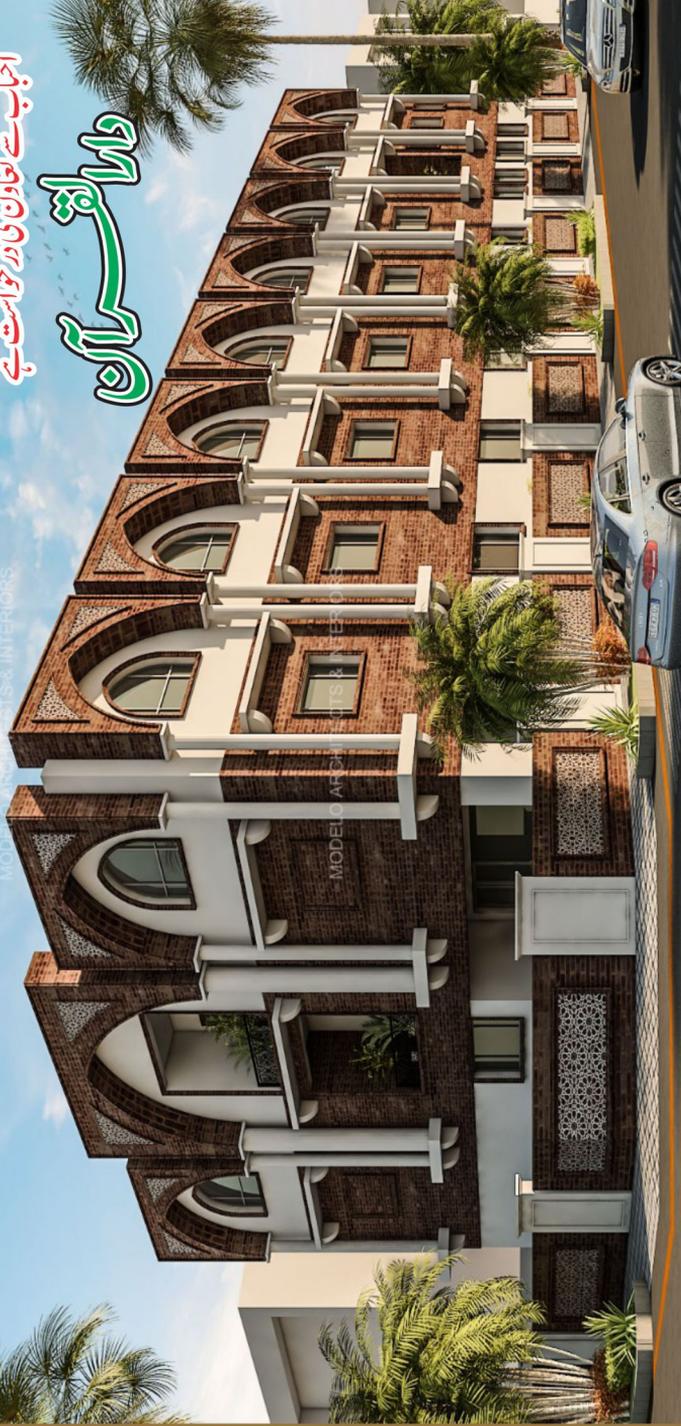
متصل جامع مسجد الہلال چوہدری پارک ملتان روڈ لاہور



مرکز مسجد الہدال کے قریب تقریباً تین کمال کاپارٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وسیع و عریض بلڈنگ تعمیر کی جائے گی اور دارالقرآن و دیگر شعبہ جات قائم کئے جائیں گے  
اجاب سے تعاون کی درخواست ہے

## دارالقرآن

MODEL ARCHITECTURE INTERIORS



MIB

گلشن راوی براج

اکوٹ ٹاؤن

اکوٹ ٹاؤن نمبر 159

اکوٹ نمبر: 1001820660001

برائے مزید تفصیلات